ایصال ثواب کے 25 طریقے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا (76/19)

اور باقی رہنے والی نیک باتوں کا تیرے رب کے یہاں سب سے بہتر ثواب اور بھلا انجام

مرتب:

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

(بانی خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ)

ناشر: بزم خانقاہ قادریہ رضویہ مجیدیہ کراچی۔ پاکستان

ایصالِ ثواب کے 25 طریقے

(صغیر)

حضرت مفتی محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کے رسالے

نصرۃ الاصحاب باقسام ایصالِ الثواب

کے سوال نمبر 2 کا خلاصہ

مرتب نگار:

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ناشر: بزم خانقاہ قادریہ، رضویہ، مجیدیہ

نام کتاب .... ایصالِ ثواب کے 25 طریقے (کتاب صغیر)

مرتبہ .... پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ماخوذ رسالہ .... نصرۃ الاصحاب باقسام ایصالِ الثواب

رسالہ نگار .... مفتی محمد ظفر الدین قادری رضوی

سالِ طباعت .... 2018ء / 1439ھ

تعداد 1500

صفحات 80

قیمت .... =/100 روپے

﴿تقسیم کاران کتاب﴾

1۔ بزم خانقاہ قادریہ، رضویہ، مجیدیہ۔

الکوثر 1 / C-50، بلاک، A-1، گلستان جوہر، کراچی۔

E.mail: majeedgeol_pk@yahoo.com

Mobile: 0322-2175095. PTCL: 021-34021657

2۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا۔

25 جاپان مینشن، ریگل چوک، صدر، کراچی۔

فون: +92-21-32725150، فیکس: +92-21-32732369

ای۔ میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب: http://imamahmadraza.net/

ایصالِ ثواب برائے 25 اساتذہ کرام

وصیت اعظم:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تلمیذ قاضی ابو یوسف کو وصیت نامہ میں ایک یہ وصیت بھی لکھی تھی۔

(ہمیشہ اپنے ان اساتذہ کے لیے ایصالِ ثواب کرتے رہنا جن سے تم نے علم حاصل کیا) فقیر اپنی اس کاوش کے اجر کو اپنے 25 اساتذہ کرام کو ہدیہ کرتا ہے:

(1)۔ پیر و مرشد حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی ابن (2)۔ امام احمد رضا خاں سنی محمدی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی۔ (3)۔ شیخ حمید اللہ قادری رضوی حشمتی، (4)۔ مولانا عبد الوکیل قادری رضوی کانپوری، (5)۔ شیخ مفتی تقدس علی خاں حامدی بریلوی، (6)۔ مولانا الحاج محمد شفیع قادری حامدی، (7)۔ مفتی شیخ نصر اللہ خاں افغانی قادری، (8)۔ صاحبزادہ علم الدین قادری علمی، (9)۔ مولانا غلام رسول کشمیری قادری رضوی، (10)۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی، (11)۔ علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی، (12)۔ علامہ سید ریاست علی قادری بریلوی، (13)۔ علامہ سید سعادت علی قادری، (14)۔ علامہ مولانا محمد حسن حقانی اشرفی، (15)۔ مولانا محمد شاہد رضا حشمتی، (16)۔ مولانا عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، (17)۔ مولانا ارشد القادری، (18)۔ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی، (19)۔ مولانا مفتی محمد ظفر علی نعمانی امجدی، (20)۔ مولانا مفتی فیض احمد اویسی بہاولپوری، (21)۔ مولانا مفتی مراتب علی شاہ قادری، (22)۔ مولانا مفتی عبد القیوم قادری ہزاروی، (23)۔ ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلوی، (24)۔ مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی قادری حامدی، (25)۔ شیخ محمد شفیق اللہ مراد آبادی۔ (رحم اللہ علیہم اجمعین)

(احقر مجید اللہ قادری)

قصیدہ میّت

دعا مانگو کہ اس میت کو حق جل علا بخشے
طفیل حضرت احمد محمد مصطفےٰ بخشے

گیا ملک عدم میں جو واپس آ نہیں سکتا
کوئی انسان جو جانا چاہے واں تک جا نہیں سکتا
مگر اعمال خیر اس کے لیے پہنچانا جو چاہے
پہنچ جاتے ہیں وہ بے شک کوئی لوٹا نہیں سکتا

بڑا خوش بخت ہے وہ جس پہ خالق کی عنایت ہو
کہ وہ خوشنود ہو اور جس پہ اس کی خاص رحمت ہو
بڑا خوش بخت ہے وہ جس کی واں پر ہو قبر روشن
ہو خیر اس کے لیے جاری جو موتا کو مسّرت ہو

نہ بھولو مرنے والے کو کہ مرنا سب کو ہے آخر
فنا کے گھاٹ سے اک دن گزرنا سب کو ہے آخر
یہ اونچے اونچے محلوں سے اترنا سب کو ہے آخر
لحد کے جو گڑھے ہیں ان کا بھرنا سب کو ہے آخر

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں خدا بخشے
جو عمداً اور سہواً ہوگئی ہو کچھ خطا خدا بخشے
طفیل اپنے حبیب پاک کے اور کل صحابہ کے
غنؔی سائیں اب اس مرحوم کو رب علا بخشے

دعا مانگو کہ اس میت کو حق جل علا بخشے
طفیل حضرت احمد محمد مصطفےٰ بخشے

حضرت صوفی سائیں عبد الغنی القادری قلندری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1938ء) خلیفہ مجاز حضرت مولانا گل حسن شاہ قلندری قادری پانی پتی۔ (ماخوذ رسالہ قصائد و دعائے میت)

فہرست

پیشِ لفظ

قارئین کرام! حضرت مولانا مفتی ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کا رسالے "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب" 4 سوالوں کے جواب پر مشتمل ہے جس کو کتابی صورت میں بزم قادریہ رضویہ مجیدیہ سے مکمل شائع کیا جارہاہے جس میں راقم کے مقدمہ کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا مفتی ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح اور قلمی خدمات کا بھی تذکرہ شامل اشاعت ہے۔ اس تفصیلی رسالے میں حضرت کے تمام دلائل شامل کئے گئے ہیں مگر اس مختصر کتابچہ میں صرف سوال نمبر 2 کا جواب اختصار کے ساتھ شائع کیا جارہاہے تاکہ عوام الناس بھی اس رسالے سے پورا پورا استفادہ کر سکیں۔ حضرت کے تحریر کردہ 25 طریقوں میں سے عربی عبارات اکثر مقامات سے حذف کر دی ہیں اور صرف ترجمہ لکھ دیا ہے تاکہ اس کا قاری باآسانی ان تمام 25 طریقوں کو سمجھ سکے اور جو حضرات تفصیل جاننا چاہتے ہیں وہ راقم کے مرتب کردہ تفصیلی رسالہ ضرور مطالعہ کریں۔ راقم نے اس مختصر رسالے کا نام وہی رکھا ہے کہ "ایصال ثواب کے 25 طریقے"۔ اس رسالے کو اصل رسالے کی تلخیص کہہ سکتے ہیں۔

راقم الحروف عزیزی محبی حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر مہربان باروی فاضل شامی کا انتہائی ممنون کہ انھوں نے اس رسالے کی اشاعت میں بھرپور علمی تعاون کیا اور عربی عبارات کی پورے رسالے میں نہایت باریک بینی سے پروف ریڈنگ فرمائی اور اشاعت کے سلسلے میں نہایت مفید مشورے بھی دیئے۔ رسالے کی اشاعت میں اپنے دونوں بھائیوں جناب رشید اللہ قادری حشمتی اور جناب وحید اللہ قادری حشمتی کا بھی شکر گذار ہوں جن کے مالی تعاون سے اس کی اشاعت ممکن ہو سکی۔ راقم دل کی گہرائیوں سے بزم قادریہ رضویہ مجیدیہ کی مجلس عاملہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس مختصر رسالے کی اشاعت کا بھی بندوبست کیا اس سلسلے میں جناب محمد موسیٰ رضا قادری، مولانا کاشف غفار قادری اور جناب سید محمد اطہر قادری کا شکر گذار ہوں خداوند کریم اس بزم کو تاقیامت سلامتی نصیب فرمائے۔ آمین!

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مقدمہ

از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ہمیں ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ"

(سورہ الحشر، آیت 10)

اے رب ہمارے ہمیں بخشدے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔۔۔ اسی طرح نام بنام لے کر بھی دعائے مغفرت کرنے کا سلیقہ سکھایا۔

"رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ"

(سورہ ابراہیم، آیت 41)

اے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہو گا۔

اللہ عزوجل نے نبی پاک ﷺ کو سب سے پہلے حکم دیا کہ اپنے مسلمانوں کے لیے دعائے مغفرت چاہو۔

"وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ"

(سورہ محمد، آیت 19)

اور (اے محبوب) اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔۔۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ہمارے گناہوں کو بخشوانے والے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ازاول تا ظاہری زندگی کے آخری لمحات

تک ہماری بخشش کی عمومی دعائے مغفرت فرماتے رہے جو یقیناً اللہ کی بارگاہ میں شرف قبولیت پاچکیں مگر حضور ﷺ کے مشاغل میں کئی واقعات ہیں جس میں آپ نے صاحب قبر پر کھڑے ہوکر دعا فرمائی بعض کی قبر پر کھجور کی شاخ گاڑھ دی کہ اس کا ثواب میت کو پہنچتا رہے گا صحابہ کرام کی خوش بختی کہ آپ ﷺ ان کی میت کے ساتھ قبرستان جاتے اور اپنے ہاتھ سے دفن فرماتے ان کو سراپا رحمت کی رحمتیں اسی لمحہ بخشوالیتی ہونگی۔ بعد زمانہ مصطفےٰ ﷺ کے سراپا رحمت کی سنتیں ہم کو بخشوالیتی ہیں۔ ہمارے اسلاف نے مرنے والوں کو ایصالِ ثواب کے مختلف طریقے سنت رسول اور آثار صحابہ سے اکھٹا کرکے مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی تاکہ ان کو یہ امید بندھی رہے کہ ہمارے گنہگار بھائیوں اور بہنوں کو اللہ عزوجل ہماری طرف سے بھیجے گئے نیک اعمال کو قبول فرماکر مثلاً تلاوت قرآن، اسماء الحسنیٰ کا ورد، درود پاک، نفلی نماز وروزہ، خیرات، مساجد کی تعمیرات میں اعانت وغیرہ وغیرہ۔ انہیں بخش دے گا اس سلسلے میں ہمارے اسلاف نے ہر زمانے میں کتب تصنیف فرمائی ہیں جو مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہیں۔

نبی کریم ﷺ کے متعدد ارشادات میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے میت کو تو ثواب پہنچتا ہی ہے مگر نباتات جو اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں ان کے ذکر سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے چنانچہ ملاحظہ کریں صحاح ستہ کی مشہور حدیث جس کے راوی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں:

انہوں نے کہا کہ گزرے رسول اللہ ﷺ مکہ یا مدینہ کے باغوں میں سے کسی باغ میں تو دو آدمیوں کی آواز سنی کہ ان کی قبر پر عذاب ہورہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب قبر ہورہا ہے اور کسی بڑی بات کے باعث یہ عذاب نہیں ہورہا ہے جس سے بچنا مشکل ہو۔ پھر فرمایا ان میں ایک اپنے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا کہ ان کی چھینٹوں سے بچتا اور دوسرا چغل

خوری کرتا تھا۔ پھر کھجور کی ایک تازہ شاخ منگوائی اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر قبر پر ایک ایک شاخ کو گاڑھ دیا۔ صحابہ نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا فرمایا تاکہ دونوں کو عذاب قبر سے تخفیف ہو جب تک یہ دونوں شاخیں ترِ یا گیلی رہیں گی۔"

ایصال ثواب سے سے متعلق فی زمانہ ایک گروہ سختی سے منع کرتا ہے اور اس کو بدعت قرار دیتا ہے یہاں تک کہ مرنے والے کے گھر سوم یا چالیسویں یا برسی کے موقع پر قرآن خوانی تک کو بدعت قرار دے کر مسلمانوں کو اللہ کے کلام کو پڑھنے سے روکتا ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ مرنے والا مر گیا اس کے لیے تمام عمل کے راستے بند ہو گئے بس جو عمل وہ خود کرکے اپنے ساتھ لے گیا اس سے تو اس کو فائدہ پہنچتا ہے ہمارے کسی عمل کرنے سے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے سے بھی اس مردے کو کوئی ثواب نہیں پہنچتا اس لیے یہ عمل معاذ اللہ عبث ہیں دوسرے لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے ان کو مزید بے وقوف بناتے ہیں کہ صحابہ کرام نے کب کس کے لیے سوم، چالیسواں کیا تھا لہٰذا یہ سب بدعات ہیں۔

قارئین کرام! راقم یہاں صرف ایک دلیل آپ کے سامنے پیش کرے گا جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے ہمیں دیا اور حکم یہ ہے کہ مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے۔ چنانچہ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ ؕ

(سورۃ التوبۃ، آیت 103)

ان کی نماز جنازہ پڑھو تاکہ ان کو سکون حاصل ہو۔

تفسیر ابن عباس میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قول اس آیت سے متعلق موجود ہے آپ لکھتے ہیں:

"ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے"۔

قارئین کرام! نمازِ جنازہ مردے کے ایصالِ ثواب کے لیے زندہ لوگ

پڑھتے ہیں اور یہ عمل حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے متعدد صحابہ و صحابیات کی نمازہ جنازہ پڑھائیں اور صحابہ کرام کی جماعت نے پڑھیں۔ کیا اللہ عزوجل کے رسول نے یہ کام عبث کیا؟ کیا ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ مرنے والا مر گیا اب اس کو ہمارے کسی عمل سے فائدہ نہیں پہنچے گا۔ نبی کریم ﷺ تو اس وقت تک ابو طالب کے انتقال کے بعد ان کی مغفرت کی دعا کرتے رہے جب تک کہ اللہ عزوجل کی طرف سے مزید استغفار کی ممانعت نہ ہو گئی۔ مرنے والے کے لیے نبی کریم ﷺ نے مختلف مواقع پر متعدد طریقہ کار سے ایصال ثواب کرنے کا نہ صرف حکم دیا بلکہ آپ کے متعدد اعمال احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں اس کے بعد صحابہ کرام کے اقوال اور اعمال سے کتب احادیث مالا مال ہیں کاش اعتراض کرنے والے احادیث کا بغور مطالعہ کر لیتے تو شاید ان کو سمجھ آجاتی مگر جن کے دلوں پر اللہ عزوجل مہر لگا دے ان کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں سمجھا سکتی الحمدللہ 14 سو سالوں سے صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر زمانے میں ہمارے اسلاف نے دین کی تمام باتوں کو اور اعمال کو عام لوگوں کے لئے آسان الفاظوں میں لکھ کر ہم تک پہنچایا اور ہر زمانے کے علما و مشائخ نے عمل کر کے ہم کو سکھایا ان ہی میں ایصالِ ثواب کے طریقہ کار بھی ہیں۔

پچھلی صدی میں برصغیر پاک وہند میں امام احمد رضا سنی محمدی حنفی قادری برکاتی محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قلم سب میں بلند رہا آپ نے ایک دو نہیں، سینکڑوں تصانیف میں اور اپنے ہزاروں فتاویٰ میں ایصالِ ثواب کے موضوعات پر قلمی رشحات کے ذریعہ امت مسلمہ کو سنبھالے رکھا۔ یہاں آپ کے قلمبند کئے ہوئے چند رسائل کے نام لکھ رہا ہوں موقع ملے تو ضرور مطالعہ کریں جس میں سینکڑوں احادیث اور قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ایصالِ ثواب کے حوالے سے تفصیلات لکھی ہیں:

(1)۔ ایتان الارواح لدیارھم بعد الروح (1321ھ)
موت کے بعد روحوں کا اپنے گھروں میں آنا

(2)۔ الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ (1337ھ)
سجدہ تعظیم کی حرمت

(3)۔ النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز (1315ھ)
نماز جنازہ کی تکرار ناجائز ہونے کا بیان

(4)۔ اھلاك الوھابیین علی توھین قبور المسلمین (1322ھ)
قبور مسلمین سے متعلق احکامات

(5)۔ ایذان الاجر فی اذان القبر (1307ھ)
تدفین کے بعد قبر پر اذان دینا

(6)۔ بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز (1311ھ)
نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا ثبوت اور منکرین کا رد

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں اپنے کثیر تلامذہ اور خلفاء میں سے چند کو اپنی تربیت میں رکھ کر نہ صرف ان کو عالم با عمل بنایا بلکہ عالم بہ قلم بھی بنایا اور اپنی قلمی رشحات کا وارث بھی، ان میں سر فہرست نام ملک العلماء مولانا مفتی محمد ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جن کی پیدائش 1303ھ / 1880ء کو بہار میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ غوثیہ موضع بین ضلع پٹنہ سے حاصل کی اس کے بعد عظیم آباد میں قائم مدرسہ حنفیہ میں تعلیم حاصل کی جس کو امام احمد رضا کے خلیفہ قاضی عبد الوحید فردوسی (م1326ھ) نے قائم کیا تھا۔ کچھ عرصے کے لیے اس مدرسہ میں جب محدث اعظم ہند حضرت مولانا شاہ وصی احمد سورتی دورہ حدیث کرانے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے ان سے احادیث کی کئی کتب پڑھیں۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ جب واپس پیلی بھیت تشریف لے گئے تو آپ بھی تکمیل حدیث کے لیے ان کے ساتھ ان کے قائم کردہ مدرسہ پیلی بھیت تشریف لے گئے اور ساتھ ہی ساتھ مولانا احمد حسن کانپوری خلیفہ اعلیٰ حضرت سے بھی چند درسی کتب پڑھیں۔ مولانا ظفر الدین کی جب مولانا سورتی کے مدرسہ میں اعلیٰ حضرت سے پہلی ملاقات ہوئی تو آپ بہت متاثر ہوئے اور مولانا احمد رضا کی بارگاہ میں پہنچے اور اپنی دینی تعلیم کی تکمیل کی خواہش کا اظہار کیا اور فرمایا کہ اگر آپ باقاعدہ مدرسہ قائم فرمالیں تو کئی طالب علم آپ سے استفادہ کرسکیں گے چنانچہ آپ کے اسرار کرنے پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے 1322ھ / 1904ء میں ''مدرسہ منظر اسلام'' قائم فرمایا جس کے ابتدائی دو طالب علموں میں مولانا ظفر الدین کے ساتھ ساتھ مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی شامل تھے ان دونوں ہونہار طالب علموں کو 1325ھ میں سند فراغت عطا کی گئی ساتھ ہی ان دونوں تلامذہ کو سند خلافت واجازت بھی دی گئی۔

حضرت علامہ مولانا ارشاد احمد رضوی جو قلمی دنیا میں ساحل شہسرامی (علیگ) کے نام سے مشہور ہیں انھوں نے ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری پر ایک مبسوط سوانح حیات بعنوان ''ملک العلماء'' لکھی تھی جس کو ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے 2006ء میں شائع کرنے کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس کتاب میں مصنف نے ملک العلماء کی حیات وخدمات پر تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے۔ یہ مولانا ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ پر پہلا مبسوط تذکرہ ہے۔ مصنف نے ملک العلماء کی علمی اور قلمی خدمات کا بھرپور احاطہ کیا ہے جو امام احمد رضا کی علمی وسعتوں کا عکس دیکھنا چاہے تو وہ مولانا ظفر الدین کی تصانیف کا مطالعہ کرکے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وسعتوں کا اندازہ کرسکتا ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے اس ہونہار طالب علم کو کیا کیا پڑھایا ملاحظہ کریں:

''اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ملک العلماء کو بخاری شریف کا درس دیا، فتویٰ نویسی کے اسرار سکھائے، ریاضی، ہیت، توقیت، جفر اور تکسیر جیسے پیچیدہ علوم کی تعلیم دی، رسالہ اقلیدس کے 6 مقالے، تصریح، شرح چغمینی بھی پڑھائی اور فن تصوف میں شیخ شہاب الدین سہروردی کے ''عوارف المعارف'' اور رسالہ ''قشیریہ'' کا درس دیا۔ (ساحل شہسرامی، ''ملک العلماء''، ص36، مطبوعہ کراچی، 2006ء)

مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری رحمۃ اللہ علیہ پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو خود بھی بڑا ناز تھا اور اکثر اہم مقامات پر آپ کو اپنی جگہ بھیجا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو فتاویٰ نویسی کی ایسی مشق کرائی تھیں کہ آپ کا ان پر خاصہ اعتماد ہو گیا تھا مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے جب فراغت کے بعد 1322ھ میں پہلا فتویٰ لکھ کر اپنے استاد محترم اور پیر و مرشد کی خدمت میں پیش کیا حسن اتفاق سے وہ بالکل صحیح نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اس فتویٰ کو پڑھنے کے بعد خود میرے پاس تشریف لائے اور ایک روپیہ فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مولانا سب سے پہلے جو فتوٰی میں نے لکھا اور والد ماجد کو دکھایا تو اس صحیح جواب پر مجھے شیرنی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا آج آپ نے جو فتویٰ لکھا ہے یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے اس لیے اس اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرنی کھانے کے لیے دیتا ہوں''۔

(مولانا ظفر الدین قادری بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، 154)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی نے مولانا ظفر الدین کو فتاویٰ نویسی میں بھی ماہر کر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا کے اس تلمیذ رشید میں اعلیٰ حضرت کے علوم کے عکس نظر آتے ہیں جس کے باعث آپ نے بھی مختلف علوم و فنون پر 100 سے زیادہ کتب تصنیف فرمائی ہیں موضوعات قلم میں فنون حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ، تاریخ سیرت، سوانح اخلاق، صرف نحو، منطق، فلسفہ،

عقائد، مناظرہ، ہیئت، توقیت، تکسیر، اذکار، وغیرہ چند اہم تصانیف عربی میں بھی لکھی ہیں جن میں معرکتہ الاراء تصنیف صحیح البہاری 6 جلدوں پر مشتمل کتابِ حدیث ہے جس کا اصل نام "جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری" ہے یہ کتاب اس طور تیار ہوئی کہ آپ مسلسل امام احمد رضا کے ساتھ فتاویٰ نویسی کے کام میں مشغول رہے اور تقریباً 15 سال کے عرصے میں آپ نے اعلیٰ حضرت کے ہزاروں فتاویٰ لکھے اس دوران انھوں نے احادیث کے ذخیرہ کو اکھٹا کرلیا چنانچہ فقہ حنفی میں استدلال کی جانے والی اکثر احادیث کو انھوں نے صحیح بخاری کے طرز پر صحیح البہاری مکمل فرمائی۔ اس کتاب کی اشاعت مکمل نہ ہو سکی مگر جلد اول ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے تعاون سے پاکستان میں شائع ہو چکی ہے۔

مولانا ظفر الدین قادری رضوی بہاری کی کئی کتب زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں ان میں آپ کے فتاویٰ کی ایک جلد بھی طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے اس فتاویٰ کا تاریخی نام "نافع البشر فی فتاویٰ ظفر (1349ھ)" رکھا گیا تھا اور جب یہ 2005ء میں المجمع الرضوی بریلی سے شائع ہوئی تو اس کے مرتب مولانا ساحل شہسرامی نے اس کا نام فتاویٰ ملک العلماء رکھا۔ اس فتاویٰ میں فقہی اعتبار سے 12 کتابیں فتاویٰ کی ترتیب دی گئی ہیں: (1)۔ کتاب الطہارۃ، (2)۔ کتاب الصلوٰۃ، (3)۔ کتاب الزکوٰۃ، (4)۔ کتاب الصوم، (5)۔ کتاب النکاح، (6)۔ کتاب الطلاق، (7)۔ کتاب اسیر، (8)۔ کتاب الوقف، (9)۔ کتاب القضا، (10)۔ کتاب الاضحیۃ، (11)۔ کتاب الحظر والاباحۃ، (12)۔ کتاب الفرائض۔

راقم نے حال ہی میں جب اس کا مطالعہ کیا اور کتاب الحظر والاباحتہ میں آپ کا ایک استفتاء کے جواب میں رسالہ "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب" 1345ھ دیکھا اور پڑھا تو طبیعت خوش ہوگئی کہ آپ نے اس رسالے

میں ایصال ثواب سے متعلق پوچھے گئے چند سوالات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں عام مسلمانوں کے فہم کے مطابق اتنا آسان پیرائے میں جواب دیا ہے کہ کھلے ذہن کا جو مسلمان اس کو پڑھے گا وہ ایصال ثواب کرنے کا نہ صرف قائل ہو جائے گا بلکہ وہ ان تمام طریقوں سے جو گنتی میں 25 بیان کئے گئے ہیں وہ ان کو پورا کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔

یہ استفتاء مولوی سید محی الدین صاحب تمنّا عمادی پھلواری صاحب نے بتوسط پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الھدی پٹنہ 1354ھ میں بھیجا تھا۔ دوسرے سوال کا متن ملاحظہ ہو!

۲: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاکے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مُردُوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی معمول دستور تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو کیا تھا؟ مع نقل روایات وحوالہ کتب وتعین صفحہ ونام جواب ارشاد ہو۔

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے جو 25 طریقے ایصال ثواب کے مستند حوالہ جات کے ساتھ تحریر فرمائے ان کی فہرست ملاحظہ ہو:

(1)۔ پہلا طریقہ سورۂ یٰسین پڑھنا۔

(2)۔ میت کو چومنا اور بوسہ دینا۔

(3)۔ کسی بزرگ کے پہنے ہوئے متبرک کپڑے میں کفنی دینا۔

(4)۔ میت کے کفن پر کوئی آیت کلمہ طیبہ یا عہد نامہ یا دعا لکھنا۔

(5)۔ جنازہ دیکھ کر تعریف کرنا۔

(6)۔ نماز جنازہ اور کثرت مصلیان کا فائدہ۔

(7) مقدس جگہ اور صالحین کے پڑوس میں دفن کرنا۔

(8)۔ جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں بزرگ کا بیٹھنا یا لیٹنا۔

(9)۔ قبر پر پانی چھڑکنا۔
(10)۔ بعد دفن میت کو تلقین کرنا۔
(11)۔ دعائے تثبیت کرنا۔
(12)۔ بعد دفن قبر پر اذان دینا۔
(13)۔ قبر پر کھجور کی شاخ لگانا۔
(14)۔ دفن کے بعد سرہانے فاتحہ اور پائنتی خاتمہ سورہ بقرہ پڑھنا۔
(15)۔ قبر کے پاس اتنا وقت ٹھہرنا کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے۔
(16)۔ زیارت قبر سے اہل قبور کو انسیت دینا۔
(17)۔ اخیر شب قبرستان میں جا کر دعا کرنا۔
(18)۔ جمعرات کے دن والدین اور بزرگوں کی قبر کی زیارت کرنا۔
(19)۔ سال بہ سال زیارت کو جانا۔
(20)۔ 70000 بار کلمہ طیبہ پڑھ کر ثواب پہنچانا۔
(21)۔ قرآن شریف پڑھ کر بخشنا۔
(22)۔ میت کے لیے نفلی نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا۔
(23)۔ کنواں کھُدوا کر مردے کے لیے وقف کرنا۔
(24)۔ میت کی طرف سے صدقہ کرنا۔
(25)۔ میت کی طرف سے قربانی کرنا۔

راقم نے اس رسالے کو کئی بار پڑھا لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام معمولات کو 25 طریقوں میں کیوں جمع کیا ہے یہ تعداد 10 بھی ہو سکتی تھی اور 15۔20 بھی اور اگر مزید ان کو تقسیم کیا جاتا تو یہ تعداد 30۔35 بھی ہو سکتی تھی لیکن جب نسبتی کی نگاہوں سے دیکھا تو

معلوم ہوا کہ مولانا ظفر الدین نے اپنے مرشد و مربی کی تاریخ وصال 25 صفر کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو 25 طریقوں میں تقسیم کیا کہ استاد محترم سے جو علمی افادہ کیا ہے ان کو خراج عقیدت پیش کی جاسکے کہ جو 25 طریقے انھوں نے استاد سے سیکھے وہ ان کی تاریخ وصال 25 صفر المظفر کی طرف منسوب رہے۔

قارئین کرام! حضرت ملک العلماء مولانا مفتی شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ "ملک العلماء" سے اس رسالے "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب" (1354ھ) کو علیحدہ شائع کرنے کا احقر کے دل میں خیال آیا کیونکہ ان دنوں سوشل میڈیا اور مختلف T.V چینلوں میں ان موضوعات پر اکثر گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ معترضین کا جواب ہمارے علما ضرور دیتے ہیں لیکن عوام الناس کے ذہنوں سے وہ تمام دلائل چند دنوں کے بعد نکل جاتے ہیں اس لیے ضروری سمجھا کہ حضرت مفتی محمد ظفر الدین قادری کے رسالے کو علیحدہ کتابی صورت میں شائع کر کے عوام تک پہنچادیا جائے تا کہ بار بار مطالعہ کے بعد ان کے ذہنوں میں یہ تمام دلائل محفوظ رہیں اور ساتھ ہی بدمذہب لوگوں کے جھوٹے اور غلط استدلال سے بھی محفوظ رہیں۔

استفتاً میں آپ سے 4 سوال کئے گئے چاروں سوالوں میں نوعیت سوال ایصال ثواب ہی ہے۔ مگر سوال نمبر 2 کا جواب انتہائی تفصیل اور دلیل کے ساتھ دیا ہے جس کو مصنف نے 25 طریقوں میں شمار کیا ہے۔ راقم نے اسی بنیاد پر اس تالیف کا نام "ایصال ثواب کے 25 طریقے" (قرآن واحادیث کی روشنی میں) رکھا ہے اور قارئین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔

مولانا ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے سوالات کا جواب دینے سے قبل مستفتی کو جواب دیتے ہوئے چند اہم باتیں ذکر کی ہیں وہ ملاحظہ کریں:

"مکرمی! اکرمکم اللہ تعالیٰ، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

سوالات پہنچے، دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا کہ جناب کو نفس مسئلہ ایصال ثواب

میں کلام نہیں، ہاں اس کے طریقے کے متعلق سوال ہے کہ کس طریقے سے ہونا چاہیے۔ قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہے۔ حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام کا معمول بہ دستور کیا تھا؟ بعض بلند پایۂ حضرات تو نفس ایصال ثواب ہی میں کلام کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ مردوں کو ثواب پہنچتا ہی نہیں۔ میرے ملنے والوں میں ایک صاحب اسی خیال کے ہیں۔ ایک دن کہنے لگے کہ لوگ جو قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر مردوں کو بخشتے ہیں اس کا ثواب ان کو نہیں پہنچتا۔ میں نے کہا جناب یہ کس نے کہہ دیا یا خود جاکر عالمِ برزخ میں دیکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں کا کیا دھرا اکارت جاتا ہے جن کو بھیجا جاتا ہے ان کو نہیں پہنچتا۔ کیا راستے میں رہزن رہتے ہیں کہ راہ ہی میں لوٹ لیتے ہیں، وہاں نہیں پہنچنے دیتے؟ بولے کیا آپ کے پاس پہنچنے کا ثبوت ہے؟ میں نے کہا بلاشبہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات، علمائے کرام کی تصریحات جن لوگوں نے بھیجا ان کا مشاہدہ، جن کے لیے بھیجا گیا ان کی تصدیق بھی چنانچہ امام ابو حفص کبیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہم میت کی طرف سے صدقہ دیتے۔ حج کرتے، دعا کرتے ہیں تو کیا یہ سب چیزیں ان کو پہنچتی ہیں؟ فرمایا ہاں وہ ان کو ضرور پہنچتی ہیں اور اس سے وہ خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے ایک آدمی خوش ہوتا ہے جب اس کے پاس طباق یہ دیا جاتا ہے۔"

(فتاویٰ ملک العلماء، ص 322، مطبوعہ انڈیا، 2005ء)

حضرت مولانا مفتی محمد ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس رسالے میں نہ صرف قرآن واحادیث سے دلائل پیش کئے ہیں بلکہ متعدد اسلاف کی کتب کے حوالہ جات بھی پیش کئے ہیں یہاں تک کہ جو اہلِ سنّت سے بنیادی اختلاف رکھتے ہیں ان کی کتابوں میں سے بھی ایصال ثواب کے دلائل پیش کئے ہیں ملاحظہ کیجئے

آپ کے اسی رسالے کے صفحہ 325 کی ایک عبارت جو مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کے ص 55 سے ماخوذ ہے۔

"جو عبادت مسلمان سے ادا ہو، اس کا ثواب اپنے گذرے ہوئے میں سے کسی کی روح کو پہنچائے اس دعائے خیر کے پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی کے ذریعہ ہے تو یہ خود البتہ بہتر اور مستحسن ہے۔ اور اگر وہ شخص کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانا ہے اس کے اہل حقوق سے ہے تو اس کے حق مقدار کے موافق اس ثواب کو پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہو گی۔ پس وہ امور جو میت کے لیے مروج ہیں مثلاً فاتحہ اور اعراس اور نذر و نیاز کے ان سب کی خوبی میں شک و شبہ نہیں۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے بھی ایک حوالہ نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اگر ایک کی روح کے لیے صدقہ کر کے سارے مومنین کو ثواب میں شریک کر لے تو سب کو (ثواب برابر) پہنچے گا اور جس کی نیت سے صدقہ دیا گیا ہے اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی بے شک تیرا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

(ایضاً، ص 326، بحوالہ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، ص 54)

حضرت استفتا کا تفصیل سے جواب دینے سے پہلے تمہیداً گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جو بھی مسلمان کارِ خیر کرتا ہے اپنے لیے یا دوسرے کے ایصال ثواب کے لیے حقیقتاً وہ اس ثواب کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ خداوند اس کو قبول فرمائے ملاحظہ کیجئے ایک اقتباس:

"بالجملہ ایصال ثواب کسی عمل خیر فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح و مجاز شرعی، بدنی یا مالی یا دونوں کے مجموعہ کا کسی کے نفع اخروی کی نیت کرنا یا بغیر نیت کسی دوسرے کے خود اپنے لیے کرے اس وقت یا کچھ بعد زبان سے یا فقط دل سے حقیقتاً خداوند عالم سے دعا کرنا ہے کہ اس کا ثواب فلاں شخص یا اشخاص مردہ یا زندہ

کو پہنچے۔ قرآن شریف واحادیث میں مردوں کے ایصالِ ثواب کے متعدد طریقے بتائے گئے ہیں ان میں جس طریقہ کو انجام کرے گا مُردے کو ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص وہ سب طریقے بجالائے تو اور بہتر ہے۔'' (ایضاً، ص 327)

حضرت مفتی محمد ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ ایصالِ ثواب کے 25 طریقے قرآن و احادیث اور آثارِ صحابہ کرام و معمولات سلف الصالحین کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد رسالے کے آخر میں رقمطراز ہیں:

''ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ وخلفائے راشدین ودیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور بعد کے مسلمان تابعین، تبع تابعین، رجال ونساء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین برابر سال بہ سال حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ودیگر شہدائے احد کے مزارات پر جاکر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے اور دیگر صحابہ کرام جن کے اسماء طیبہ سوال میں درج ہیں اور ان کے علاوہ وہ حضرات صحابہ عظام جن کے اسماء گرامی درج نہیں ان کے حالات بھی اگر تفصیل کتب سیر وتواریخ میں دیکھے جائیں تو ہر ایک کے لیے ایصالِ ثواب کے گزشتہ طریقوں سے نہ صرف ایک دو بلکہ متعدد طریقے اور وہ بھی نہ صرف ایک بار بلکہ بار بار کرنا ثابت ہوگا اور اگر بالفرض نہ سہی تو عدم ذکر ذکر عدم نہیں۔ سینکڑوں کیا ہزاروں لاکھوں واقعات روزمرہ ہوا کرتے ہیں اور تاریخ میں ان کا ذکر نہیں تو کیا وہ سب باتیں شدہ بے شدہ ہو جائینگی ہاں ماننے اور عمل کرنے کے لیے مطلق ثبوت کافی ہے اگرچہ ایک شخص ایک فرد کے لیے گیا ہو۔

در خانہ کس ست یک حرف بس مت

اور قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا تو بارہا ثابت ہے۔ (ص 405)

قارئین کرام! حضرت مفتی ظفر الدین قادری رضوی بہاری علیہ الرحمۃ

کے رسالے میں پیش کئے گئے تمام طریقہ ایصالِ ثواب کو "ایصالِ ثواب کے 25 طریقے" کے عنوان سے آپ کے سامنے پیش خدمت ہیں ان کو بغور پڑھیں اور کوشش کریں کہ اپنے مردوں کو زیادہ سے زیادہ ان طریقوں کو اپناتے ہوئے ایصال ثواب پہنچائیں۔

رسالے کی اشاعت میں حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر مہربان باروی فاضل شام وسوڈان نے راقم کی بہت مدد کی اس رسالے کی اول تا آخر پڑھنے کے ساتھ ساتھ تمام عربی عبارات کی پروف ریڈنگ کا اہم فریضہ انجام دیا جس کے لیے فقیر ان کا نہایت ممنون ہے۔ رسالے کی فارسی عبارات کی تصیح حضرت علامہ مولانا محمد یوسف کمال امجدی فارغ التحصیل دارالعلوم امجدیہ، رضویہ، کراچی نے انجام دی جس کے لیے فقیر ان کا بھی ممنون ہے۔ رسالے کی اشاعت میں احقر کے بھائیوں جناب رشید اللہ قادری حشمتی اور وحید اللہ قادری حشمتی کا بھی شکر گذار ہوں کے جن کے مالی تعاون سے اس رسالے کی اشاعت آسان ہوئی الحمد للہ اس سے قبل بھی راقم کی کتب "درود وسلام کی حقیقت واہمیت"، "میرے چند یادگار سفر" اور "سیر لامکاں" (سفر نامہ معراج) کی اشاعت میں بھی ان دونوں بھائیوں کی مالی اعانت شامل حال رہی۔ اللہ عزوجل دین ودنیا میں ان بھائیوں اور ان کی اولادوں کو اس کی برکتیں عطا فرمائے۔ آمین!

اس رسالے کی کمپوزنگ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے کمپوزر جناب مبشر خاں نے کی ان کا بھی شکر گذار ہوں کہ انہوں نے کتاب کی کمپوزنگ نہایت محنت سے کی اور کئی مفید مشورے بھی دیئے۔ راقم بزم قادریہ رضویہ مجیدیہ کے تمام اراکین کا شکر گذار ہے جنھوں نے اس کی اشاعت کا بندوبست کیا۔

(فقیر مجید اللہ قادری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اللہ ربُّ محمّد، صلَّی اللہ عَلیہ وسلَّم

استفتاء

مسئلہ مرسلہ: مولوی سید محی الدین صاحب تمنّا عمادی پھلواروی بتوسط پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔ علمائے ملت اسلامیہ مندرجہ ذیل سوالات کے مفصل جوابات مرحمت فرمائیں۔

ا۔ مردوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے نہیں؟ اگر بتایا گیا ہے تو وہ کیا ہے؟ مع نقل آیات، جواب مرحمت ہو۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کا کوئی معمول بہ دستور تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو وہ کیا تھا؟ مع نقل روایات و حوالہ کتب و تعین صفحہ و نام جواب ارشاد ہو۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں اہل بیت واصحاب میں سے جو لوگ وفات پاتے گئے، مثلاً حضرت خدیجہ الکبریٰ زوج النبی ام المومنین رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہا و حضرت خبیب، حضرت حمزہ و حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و خیبر واحد و حنین و تبوک وغیرہا رضوان اللہ علیہم اجمعین، ان کے لیے رسول اللہ ﷺ نے خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ یا اہل بیت نے کبھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے؟ اور ایک بار کیا یا برابر کرتے رہے؟ اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خاص آنحضرت ﷺ کے لیے یا پہلے یا اپنے وقت کے اموات و شہدا کے لیے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے کبھی ایصال

ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس طریقے سے کیا؟ اور ایک بار یا برابر کرتے تھے؟ جواب باصواب مع نقل روایات و حوالہ کتب و تعیین صفحہ و نام مطبع مرحمت ہو۔

۴۔ فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصال ثواب کا لکھا ہے یا نہیں؟ اگر لکھا تو وہ کیا ہے اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت اس کی منقول ہے یا نہیں معہ حوالہ کتاب و عدد صفحہ پوری عبارت لکھئے۔

امید ہے کہ ان سوالوں کے مفصل جوابات جلد سے جلد مرحمت ہوں گے۔ اخی الاعظم مولانا عبید اللہ صاحب المجہری مدظلہ، جبی الاکرم مولانا ظفر الدین صاحب، جبی الاکرم مولانا اصغر حسین صاحب، جبی الاکرم مولانا عبدالسبحان صاحب، جبی الاکرم مولانا دیانت حسین صاحب کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خصوصیت کے ساتھ ان سوالوں کی طرف توجہ فرمائیں اور ان کے علاوہ ہر ہر مدرس مدرسہ سے بادب استدعا ہے:(بیّنوا تُؤجروا وأجركم على من بيده أزمة التوفيق, وهو نعم المولى ونعم الرفيق).

:(المستدعي تمنا العمادي المجيبي الفلواروي بهلواري شريف, ضلع بتنة).

۲۰/ اگست ۱۹۳۵ء۔

حضرت مفتی ظفر الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان چاروں سوالوں کے تفصیلاً جواب دیئے ہیں جس کو الگ ایک مکمل کتابی صورت میں بھی شائع کیا جارہا ہے مگر اس کتابچہ میں صرف سوال نمبر 2 کو اختصار کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے جب کہ سوال نمبر 4 کا بھی جواب شامل کرلیا ہے جس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اپنے تلمیذ اور بیٹے کو ایصالِ ثواب سے متعلق نصیحتیں شامل ہیں۔ اب ملاحظہ کریں سوال نمبر 2 کا جواب:

ایصالِ ثواب کے 25 طریقے

قرآن شریف میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کے متعدد طریقے بتائے گئے ہیں۔ ان میں جس طریقہ کو انجام دے گا، مردے کو ثواب ملے گا اور اگر کوئی شخص سب طریقے بجالائے تو اور بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لیے ایصال ثواب کے متعدد طریقے تھے، جن میں سے غور و تامل کے بعد اس وقت فقیر کے خیال میں پچیس طریقے احادیث قولی و فعلی واقوال علمائے کرام سے صراحۃً ثابت ہوتے ہیں نیز اس وقت تک علماو مشائخ کے تعامل و توارث سے ان کی تائید و تقویت ہوتی ہے: (فأقول وباللہ التوفیق وبه الوصول إلى ذرى التحقيق.)

پہلا طریقہ:

سورۂ یٰسین شریف پڑھنا ہے جس کا کرنا وقت احتضار ہی سے ثابت ہے:

سنن ابی داؤد جلد ۲، ص۸۹ میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:((اقرؤوا يس على موتاكم. رواه ابن ماجة والنسائي وأعله ابن القطان وصححه ابن حبان)). "اپنے مردوں پر سورہ یٰس پڑھو"۔

مرقات شرح مشکوٰۃ: جلد ۲، ص۲۸۲ میں ہے: ((قال القرطبي: حديث اقرءوا على موتاكم يس هذا يحتمل أن تكون عند قبره، كذا ذكره السيوطي في شرح الصدور)). "علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اقراء و اعلیٰ موتاکم یٰس اس حدیث کا دو مطلب ہے۔ اول یہ کہ مرنے والے کے پاس اس کی حیات میں

پڑھی جائے اور دوسرا یہ کہ اس کی قبر پر پڑھی جائے۔ اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں ذکر کیا ہے"۔

وعن معقل بن يسار قال: قال رسول اللهﷺ:«مَنْ قَرَأَ يس ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَاقْرَءُوهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ».

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے سورہ یٰس پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے سب گزشتہ گناہ معاف کر دے تو تم اسے مردوں کے پاس پڑھا کرو"۔(ورواه البيهقي في شعب الإيمان. كنز العمال جلد اول ص 144).

مرقات شرح مشکوٰہ، جلد ۲، ص ۲۰۲ میں تحریر فرماتے ہیں:((فَاقْرَءُوهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ، أي مشرفي الموت أو عند قبور أمواتكم، فإنهم أحوج إلى المغفرة)).

"موتیٰ سے مراد وہ ہیں جو قریب مرگ ہیں یا یہ مطلب ہے کہ مردوں کی قبور کے پاس سورہ یٰس پڑھو۔ اس لیے کہ وہ لوگ مغفرت کے زیادہ تر محتاج ہیں۔

دوسرا طریقہ: میت کو چومنا اور بوسہ دینا:

((وعن أم المؤمنين الصديقة رضي الله عنها قالت إِنَّ النَّبِيَّ رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي حتى سال دموع النبيﷺ على وجه عثمان». رواه أبو داود, والترمذي، وأبو داود الطيالسي إلى ص 210 قوله وهو ميت)). "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا جبکہ وہ مردہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے، یہاں تک کہ حضور کے آنسو حضرت عثمان کے چہرے پر بہے"۔

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر اپنے مکان سے جو سنخ میں واقع تھا آئے، یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے، مسجد میں داخل ہوئے تو کسی سے کلام نہ کیا، یہاں تک کہ

عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لائے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد فرمایا اور اور آپ بردیمانی اوڑھا دیئے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کا چہرہ مبارک کھولا اور آپ کی طرف جھکے پس آپ کو بوسہ دیا اور روئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اس حال میں کہ آپ وصال فرما چکے تھے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۴، ص ۱۲، میں تحریر فرماتے ہیں:
"اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو بوسہ دینا جائز ہے بوجہ فعل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو نہیں کیا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اقتدا سے، جیسا کہ ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کو صحیح بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن مظعون کے پاس ان کے انتقال کے بعد تشریف لے گئے اور ان پر جھکے اور بوسہ دیا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور کے آنسو دونوں رخساروں پر بہہ رہے ہیں۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر کہتا ہے۔ شاید مسلمانوں میں بوسہ قبر کا رواج اسی حدیث کی بنا پر ہوا ہو کہ زائر کی خواہش دلی تو یہ ہوتی ہے کہ صاحب مزار کو بوسہ دے لیکن جب وہ متعذر ہے تو اوپر ہی سے بوسہ دے لینا کافی خیال کرتا ہے اور جس طرح قبر کی مٹی مردے کے دیکھنے اور زائر کا کلام سننے میں حارج نہیں، اسی طرح بوسہ دینے میں بھی مانع نہیں۔ اس لیے کہ قبر کی مٹی ان لوگوں کے لیے بمنزلہ شیشہ کے ہے۔

علامہ مرتضی زبیدی شرح احیاء العلوم، جلد ۱۰، ص ۳۶۷ میں فرماتے ہیں:
"حافظ ابن رجب اپنی سند کے ساتھ اسد بن موسیٰ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ میرے ایک دوست کا انتقال ہو گیا۔ اس کو خواب میں دیکھا کہ کہتا ہے

سبحان اللہ! تم فلاں دوست کی قبر کے پاس اس کی زیارت کو آئے اور قرآن شریف پڑھا اور رحمت کی دعا کی اور نہ میرے پاس آئے اور نہ نزدیک ہوئے؟ میں نے ان سے پوچھا، تمہیں کیا معلوم؟ اس نے کہا کہ جب اپنے فلاں دوست کے پاس آئے تو میں نے تم کو دیکھا۔ میں نے کہا، تم نے مجھ کو کیسے دیکھا تم پر تو مٹی کا انبار تھا؟ کہا کہ تم نے نہیں دیکھا، پانی جب شیشہ میں ہوتا ہے کیا نہیں ظاہر ہوتا؟ میں نے کہا کیوں نہیں کیا کہ اسی طرح ہم اس کو دیکھتے ہیں جو ہماری زیارت کو آئے"۔

اس بوسہ قبر کی مثال ویسی ہی ہے کہ عام طور پر مسلمان قرآن شریف کو غلاف وجزودان کے ساتھ بوسہ دیتے ہیں۔ یہ بوسہ غلاف وجزدان کے کپڑے کو کوئی نہیں سمجھتا بلکہ قرآن شریف کو بوسہ دینا سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح قبر کے اوپر بوسہ اس بزرگ کو بوسہ دینا خیال کیا جائے۔ ولنعم من قال۔

اگر بوسہ بر قبر مرداں زنی

بمردی کہ پیش آیدت روشنی

علاوہ ازیں افعال صحابہ کرام سے بھی بوسہ قبر کی اصلیت معلوم ہوتی ہے۔

ابن عساکر بسند جید ابو درداء رضی اللہ عنہ سے راوی: "جب حضرت عمر رضی اللہ عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس فتح کر کے واپس ہوئے اور جابیہ پہنچے تو حضرت بلال نے کہا کہ ان کو شام میں مقرر کریں۔ امیر المومنین نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد راوی نے ان کے وہاں پہنچے اور دریا میں اترنے کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے بلال یہ کیا ظلم ہے؟ تیرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ تو میری زیارت کو آئے؟ اس خواب کو دیکھ کر وہ بہت پریشان، خوفزدہ ہو کر بیدار ہوئے اور راحلہ پر سوار ہوئے اور مدینہ طیبہ کا قصد کیا۔ جب مدینہ پہنچے تو روضۂ مطہرہ پر حاضر

ہوئے۔ قبر شریف کے پاس پہنچ کر روئے اور اپنا چہرہ قبر انور پر ملنے لگے۔ اتنے میں حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔ پس حضرت بلال ان دونوں کو لپٹانے اور چومنے لگے"۔ (وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰی، جلد ۲، ص۴۰۸)۔

اگر بوسہ قبر مطلقاً ناجائز ہوتا تو حضرت بلال کے: (یمرغ وجهه علیه، چہرہ قبر انور سے ملنے لگے) کے کیا معنی ہوں گے کہ یہ تو اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

اسی میں ہے: "عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا اس شخص کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ کے منبر کو مس کرتا اور اس کو بوسہ دیتا ہے اور قبر مبارک کے ساتھ بھی یہی کرتا یعنی بوسہ دیتا اور مس کرتا اور اسی میں خداوند عالم سے ثواب کی امید رکھتا ہے۔ (اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟)۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں۔

وفاء الوفا، جلد ۲، ص ۴۴۳ میں ہے: ابو الحسین یحیٰی بن حسین اخبار مدینہ میں تحریر فرماتے ہیں: "مروان بن الحکم روضۂ اقدس پر حاضر ہوا۔ دیکھا کہ ایک شخص قبر مبارک کو لپٹا ہوا ہے۔ مروان نے ان کی گردن پکڑی اور پوچھا تم جانتے ہو کہ کیا کر رہے ہو؟ وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہاں میں پتھر کے پاس نہیں آیا اور نہ اینٹ کے پاس آیا ہوں۔ میں تو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہوں۔ مت رؤو دین پر جب اہل اس کے والی ہوں، البتہ اس وقت رؤو جب نا اہل والی ہوں۔ مطلب بن عبد اللہ بن حنطب راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص جو قبر مبارک کو لپٹے ہوئے تھے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے"۔

وفاء الوفا، جلد ۲، ص ۴۴۳ میں ہے: حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی: ((لما رمس رسول اللہ ﷺ جاءت فاطمة رضي الله تعالى عنها، فوقفت على قبره صلى الله تعالى عليه وسلم، وأخذت قبضة من تراب القبر ووضعت على عينيها وبكت، وأنشأت تقول:

ماذا على من شمّ تربة أحمد
أن لا يشمّ مدى الزمان غواليا
صبّت عليّ مصائب لو أنها
صبّت على الأيام عدن لياليا)).

"جب حضور اقدس صلی اللہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں۔ قبر مبارک کے پاس کھڑی ہوئیں اور تھوڑی سی خاک پاک قبر مبارک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لے کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور رونے لگیں اور یہ دو شعر پڑھے۔ جس شخص نے روضۂ اقدس کی خاک پاک سونگھنے کا شرف حاصل کیا ہو، اگر زمانہ تک کوئی خوشبو نہ سونگھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں گزریں کہ اگر دنوں پر وہ مصیبتیں پڑتیں تو مارے غم کے دن رات ہو جاتے"۔

تیسرا طریقہ:

کسی بزرگ کے پہنے ہوئے متبرک کپڑے میں کفن دینا:

"حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جس وقت حضور کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ خالص پانی یا بیر کے پتے جوش دئے ہوئے پانی سے تین یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر ضرورت دیکھو تو اس سے زیادہ اور آخر میں کافور لگاؤ اور جب غسل دینے سے فارغ ہو تو مجھ کو خبر دو۔ وہ کہتی ہیں کہ جب ہم لوگ غسل دے کر فارغ ہوئے تو حضور کو خبر دی۔ حضور نے اپنا تہبند مبارک عنایت فرمایا کہا اسے متصل رکھو۔

(رواہ البخاری، ج ۱، ص ۱۳۹/ و مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی)۔

علامہ عینی شرح بخاری، جلد ۴، ص۴۶ میں فرماتے ہیں: "اس میں مصلحت برکت حاصل کرنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ کے ساتھ ہے اور حضور نے ان عورتوں کے غسل سے فارغ ہونے تک اس کو مؤخر کیا اور پہلے ہی سے عطانہ فرمادیا تاکہ قریب العہد آپ کے جسد مبارک سے ہو یہاں تک کہ حضور کے جسد مبارک سے اترنے اور حضرت کی صاحبزادی کی پہننے میں کوئی فاصل نہ رہے اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے"۔

علامہ قسطلانی شرح بخاری، جلد ۲، ص۲۱۵ میں فرماتے ہیں: (إنما فعل ذلك لينالها بركة ثوبه). "حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے کیا تاکہ آپ کے لباس مبارک کی برکتیں انہیں پہنچے"۔

امام نووی شرح مسلم، ج۱، ص۲۰۵ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ((والحكمة في أشعارها به تبريكها به, ففيه التبرك بآثار الصالحين ولباسهم)). "حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو تہبند مبارک پہنانے میں حکمت اس لباس کی سبب برکت دینا ہے"۔ تو اس حدیث میں آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت لینے کی دلیل ہے۔

بخاری شریف جلد اول، ص۱۴۱ر میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جس میں ایک عورت کے چادر نذر دینے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیب تن فرمانے پھر ایک صحابی کے مانگنے پر قوم کے اعتراض کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ان صحابی رضی اللہ عنہم کا جواب مذکور ہے: ((قال إني والله ما سألته لا لبسه إنما سألته لتكون كفني, قال سهل: فكانت كفنه)). "سائل نے کہا کہ بخدا میں نے زندگی میں پہننے کے لیے اسے نہیں مانگا بلکہ اس لیے کہ یہ متبرک کپڑا حضور کا پہنا ہوا کپڑا میرا کفن ہو"۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ واقعی وہ چادر ان کے کفن میں دی گئی۔

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص مبارک ان کو پہنائی اور ان کے ساتھ قبر میں لیٹے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! حضور نے آج وہ بات کی جو کبھی نہیں کی تھی۔ ارشاد ہوا کہ ابو طالب کے بعد میرے ساتھ احسان اور بھلائی کرنے والا ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔ میں نے ان کو اپنا کرتہ اس لیے پہنایا کہ یہ جنت کا لباس پہنیں اور میں ان کے ساتھ اس لیے لیٹا کہ ضغطۂ قبر آسان ہو"۔

دوسری روایت میں ہے:((ثم نزع قميصه فأمر أن تكفّن فيه، ثم صلى عليها عند قبرها، فكبر تسعاً وقال: ماأعفي أحد من ضغطه القبر إلا فاطمة بنت أسد، قيل: يارسول الله ولا القاسم؟ قال: ولا إبراهيم، وكان إبراهيم أصغرهما)). حضور نے اپنی قمیض مبارک اتار کر حکم دیا کہ اس میں انہیں کفناؤ پھر ان کی قبر کے پاس ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اس میں نو تکبیر فرمائی اور ارشاد ہوا کہ ضغطۂ قبر سے کوئی نہیں بچا سوائے فاطمہ بنت اسد کے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! حضور کے صاحبزادے حضرت قاسم؟ ارشاد ہوا ابراہیم بھی نہیں اور یہ حضرت قاسم سے چھوٹے تھے"۔(وفاء الوفاج، ۲، ص۸۸۔)

علامہ ابن عبد البر استیعاب، جلد اول، ص ۲۶۲ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت علامت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "پس افاقہ پایا حضرت امیر معاویہ نے تو کہا اے میرے بیٹے! میں رسول اللہ کی خدمت میں رہا پس حضور قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے تو میں حضور کے پیچھے پانی کا برتن لے کر چلا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے تو مجھ کو اپنے دو کپڑوں میں سے جو بدن مبارک پر تھا، ایک عطا فرمایا تو اس کو میں نے آج کے دن لیے چھپا رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن مبارک اور موئے

مبارک ترشوایا تو اس کو بھی میں نے لے لیا اور آج کے دن کے لیے چھپا رکھا ہے تو میں جب مر جاؤں تو اس قمیص کو میرے کفن کے نیچے بدن سے متصل رکھنا اور ناخن اور موئے مبارک کو میرے منہ اور میری آنکھوں اور سجدہ کی جگہوں پر رکھنا تو اگر کوئی چیز نفع بخش ہو گی تو یہ ہو گی، نہیں تو خداوند غفور رحیم ہے"۔

شیخ اسمٰعیل حقی تفسیر روح البیان، جلد ۲، ص۵۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اسرار محمدیہ میں ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک یا عصا شریف یا حضور کا ئی کپڑا کسی گنہگار کی قبر پر رکھا جائے تو ان تبرکات کی برکت سے وہ عاصی عذاب سے نجات پائے اور اگر کسی آدمی کے گھر یا کسی شہر میں ہو تو وہاں کے رہنے والوں کو اس کی برکت سے کوئی مصیبت نہ پہنچے گی اگرچہ وہ اس کو نہ سمجھیں اور اسی قسم سے آب زمزم اور اس میں تر کیا ہوا کفن ہے اور خانہ کعبہ کا غلاف شریف اور اس میں کفن دینا ہے اور قرآن شریف کو کاغذ پر لکھنا اور اس کو مردہ کے ہاتھوں میں دینا ہے"

چوتھا طریقہ:

میت کے کفن پر کوئی آیت کلمہ طیبہ یا عہدنامہ یا کوئی دعا لکھنا:

مصنف عبد الرزاق اور ان کے طریق سے معجم طبرانی پھر حلیہ ابو نعیم میں ہے: "حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کا وقت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ان کے نہانے کے لئے پانی رکھیں پس نہائیں اور کفن منگوا کر پہنا اور حنوط لگایا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم سے کہا کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن کر دی جائیں۔ میں نے پوچھا کہ کسی نے بھی ایسا کیا؟ کہا ہاں! کثیر بن عباس رضی اللہ عنہ نے اور انہوں نے اپنے کفن کے کناروں پر لکھا تھا: کثیر بن عباس گواہی دیتا ہے: لاالہ الااللّٰہ"۔

امام ترمذی معاصر امام بخاری نے نواد رالا صول میں روایت کی کہ حضوراقدس ﷺ نے فرمایا: ((من کتب هذا الدعاء وجعله بين صدر الميت وكفنه لم ينل عذاب القبر ولم ير منكراً ولا نكيراً, وهو هذا)).جو شخص یہ دعا کسی پرچہ لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھے اسے عذاب قبر نہ ہوااور نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے: ((لا إله إلا الله والله أكبر, لا إله إلا الله وحده لا شريك له, لا إله إلا الله له الملك وله الحمد, لا إله إلا الله ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم)).

یہی حکیم ترمذی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھے: ((اللَّهُمَّ فاطرَ السَّمَوَات وَالْأَرْض عَالم الْغَيْب وَالشَّهَادَة الرَّحْمَن الرَّحِيم, إِنِّي أَعهد إِلَيْك فِي هَذِه الْحَيَاة الدُّنْيَا, بِأَنَّك أَنْت الله لَا إِلَه إِلَّا أَنْت وَحدك لَا شريك لَك, وَأَن مُحَمَّدًا عَبدك وَرَسُولك, فَلَا تَكِلنِي إِلَى نَفسِي فَإِنَّك أَن تَكِلنِي إِلَى نَفسِي تقربني من الشَّرّ وَتُبَاعِدنِي من الْخَيْر, وَإِنِّي لَا أَثِق إِلَّا بِرَحْمَتك, فَاجْعَلْ رحمتك لي عهدا عنْدك تُؤَدِّيه إِلَيّ يَوْم الْقِيَامَة, إِنَّك لَا تخلف الميعاد)). "فرشتہ اسے لکھ کر مہر لگا کر قیامت کے لئے اوٹھا رکھے۔جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کو قبر سے اٹھائے، فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاہیں؟ انہیں وہ عہد نامہ دیدیا جائے۔

امام نے اسے روایت کر کے فرمایا:((وعن طاؤوس أنه أمر بهذه الكلمات فكتبت في كفنه)). "امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا"۔

امام فقیہ بن عجیل نے اسی دعائے عہدنامہ کی نسبت فرمایا: ((إذا كتب هذا الدعاء وجعل مع الميت في قبره وقاه الله فتنة القبر وعذابه)). "جب یہ دعا لکھ کر میت کی قبر میں رکھ دیں تو اللہ تعالیٰ اسے سوال نکیرین وعذاب قبر سے امن دیدے گا"۔

درمختار ص۱۲۶ میں ہے : ((كتب على جبهة الميت أو عمامته أو كفنه عهد نامه ترجى أن يغفر الله للميت, أوصى بعضهم أن يكتب في جبهته

وصدره: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ففعل، ثم رئي في المنام فسئل فقال: لما وضعت في القبر جاءتني ملائكة العذاب، فلما رأوا مكتوباً على جبهتي بسم الله الرحمن الرحيم قالوا: أمنت من عذاب الله)).

"مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی کہ ان کی پیشانی اور سینہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھدیں، لکھ دی گئی پھر خواب میں نظر آئے۔ حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا، عذاب کے فرشتے آئے۔ جب میری پیشانی پر (بسم الله الرحمن الرحيم) لکھا دیکھا، کہا تجھے عذاب الٰہی سے امان ہے"۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک مستقل رسالہ (بنام تاريخي: الحرف الحسن في الكتابة على الكفن) تحریر فرمایا۔ یہ روایتیں اسی رسالہ سے ماخوذ ہیں۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہ حدیثیں اور نصوص علمائے کرام اس معمول بہ کی اصل ہیں کہ مریدوں کے قبر میں مشائخ کرام کا شجرہ رکھتے ہیں کہ (الاسم عين المسمى كما صرح به في كتب العقائد). اور ظاہر ہے کہ نام کی مسمیٰ پر دلالت تراشا ناخن کی دلالت سے افزوں ہے تو خالی اسماء ہی ایک ذریعہ تبرک و توسل ہوتے نہ کہ اسلامی سلاسل علیہ عالیہ کہ اسناد اتصال بہ محبوب ذی الجلال وبہ حضرت عزو جلال ہیں اور اللہ اور محبوب و اولیاء کے سلسلہ کرم کرامت میں منسلک ہونے کی سند تو شجرہ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہیئے۔

پانچواں طریقہ:

جنازہ کو دیکھ کر تعریف کرنا اور میت کی خوبیوں کو بیان کرنا:

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی: ایک جنازہ لے کر لوگ گزرے۔ صحابہ کرام نے اس کی تعریف کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی، پھر دوسرا

جنازہ لے کر گزرے۔ لوگوں نے برائی بیان کی حضور نے فرمایا کہ واجب ہو گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا واجب ہو گئی؟ ارشاد ہوا پہلے جنازہ والے کی تم لوگوں نے تعریف کی تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی اور دوسرے کی تم لوگوں نے برائی کو تو اس کے لئے جہنم کی آگ واجب ہوئی تم لوگ زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ ولنعم من قال۔

بھلا کہے جسے خلقت اسے بھلا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

"ابو الاسود کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں پہنچا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ گذرا۔ لوگوں نے اس کی تعریف کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہو گئی پھر دوسرا جنازہ گذرا لوگوں نے اس کی بھی تعریف کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واجب ہو گئی پھر تیسرا جنازہ گذرا لوگوں نے برائی کی، حضرت عمر نے کہا واجب ہو گئی۔ ابو الاسود کہتے ہیں، میں نے کہا: کیا واجب ہو گئی یا امیر المومنین! فرمایا میں وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے لئے چار مسلمان اچھے ہونے کی گواہی دیں اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ ہم نے کہا اور تین شخص؟ ارشاد ہوا تین آدمی؟ پھر ہم لوگوں نے کہا کہ اور دو آدمی ارشاد ہوا کہ اور دو آدمی پھر ہم نے ایک آدمی کے بارے میں نہیں پوچھا"۔

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم رب العزت جل جلالہ سے کہ جب کوئی مسلمان بندہ مرے اور اس کے لئے تین قریب گھر والے پڑوسی بھلائی کی گواہی دیں تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں نے اپنے بندوں کی گواہی اس بارے میں جو ان کے علم میں ہے، قبول کی اور جو خطا قصور اس کا میں جانتا ہوں، اس کو بخش دیا۔ ابو یعلی اور ابن حبان نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس میں تین گھر کی جگہ چار گھر کا لفظ ہے"۔

چھٹا طریقہ:

نماز جنازہ اور کثرت مصلیان کا فائدہ:

نماز جنازہ پڑھنا ہے اور تکثیر مصلیان مرغوب و مطلوب ہے۔ اس لئے کہ ہر نمازی اس میت کا سفارشی ہے اور کثرت سفارش اہمیت کی دلیل ہے۔

"حضرت کریب سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا انتقال مقام قدید یا عسفان میں ہوا تو آپ نے فرمایا دیکھو کتنے آدمی جمع ہوئے ہیں؟ کریب کہتے ہیں کہ میں نکلا، دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ میں نے ان کو خبر دی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس نے پوچھا کہ چالیس آدمی ہوں گے؟ کریب نے کہاہاں! ابن عباس نے کہا کہ اب میت کو باہر لاؤ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرماتے ہیں کہ جو مرد مسلمان انتقال کرے اور اس کی جنازہ کہ نماز ایسے چالیس آدمی پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شفاعت اس میت کے حق میں قبول فرمائے گا"۔

((عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً، كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ، إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ». رواه مسلم: ص 308, والترمذي وقال: حديث حسن, ورواه النسائي ولفظه: ومئة فما فوقها)). "جس مسلمان میت کی نماز جنازہ میں ایک جماعت مسلمانوں کی پڑھے جس کی تعداد ۱۰۰ تک پہونچی ہو اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان لوگوں کی شفاعت اس میت کے حق میں قبول ہوگی۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ سو یا زیادہ آدمی اس کی سفارش کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا"۔

((وعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:«مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَّا أَوْجَبَ»، قَالَ:

«فَكَانَ مَالِكٌ إِذَا اسْتَقَلَّ أَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّأَهُمْ ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ لِلْحَدِيثِ». رواه أبو داود جدل: 2 ص 95 ورواه الترمذي وحسنه, وصححه الحاكم, وفي رواية له: إلا غفر له)). "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مردہ کی نمازِ جنازہ مسلمانوں کی تین صفیں پڑھیں، اس کے لئے جنّت واجب ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ جب جنازہ میں شریک ہونے والے افراد جمع ہو جاتے تو مالک ابنِ ہبیرہ اس حدیث کی وجہ سے انہیں تین صفوں میں تقسیم کر دیتے"۔

ساتواں طریقہ:

مقدس جگہ اور صالحین کی پڑوس میں دفن کرنا:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس بھیجے گئے تو جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے، انہوں نے ایک طمانچہ مارا جس سے ایک آنکھ جاتی رہی۔ پس خداوند عالم کے پاس واپس گئے اور کہا کہ خداوند تو نے مجھ کو ایسے بندہ کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ ان کو واپس دی اور فرمایا کہ جاؤ اور موسیٰ سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کے پیٹھ پر رکھیں۔ ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر ان کو اور دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ فرمایا موت۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو پھر ابھی! پھر اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھ کو بیت المقدس کے قریب کر دے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے پر۔ حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور تمہیں ان کی قبر دکھا دیتا طور کے پاس سرخ ٹیلہ کے نزدیک"۔

علامہ عینی شرح بخاری جلد ۴ ص ۱۶۵ میں فرماتے ہیں: "خداوند عالم سے سوال کیا بیت المقدس کی نزدیکی کا تا کہ وہاں دفن ہوں اس قدر نزدیک کہ اگر کوئی

پتھر پھینکنے والا اس جگہ سے، جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قبر کہ جگہ ہے، پتھر پھینکے تو ضرور وہ پتھر بیت المقدس تک پہونچے اور یہ سوال اسی لئے کیا کہ جو لوگ انبیاو صالحین سے بیت المقدس میں دفن ہیں، ان کی بزرگی کے سبب ان کی مجاورت کو بعد موت پسند کیا، جس طرح اچھے لوگوں کی مجاورت زندگی میں پسند کرتے ہیں اور اس لئے کہ لوگ متبرک مقامات کا قصد کرتے ہیں اور وہاں کی قبور کی زیارت کرتے ہیں اور قبر والوں کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں“۔

اسی میں ہے:(وفيه استحباب الدفن في المواضع الفاضلة والقرب من مدافن الصالحين). ”اس حدیث سے یہ مسئلہ مستفاد ہوتا ہے کہ متبرک مواضع میں دفن کرنا مستحب ہے اور مدفن صالحین کی نزدیکی بہتر ہے“۔

”عمر بن میمون ازدی سے روایت ہے کہ دیکھا میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو، انہوں نے اپنے صاحبزاہ حضرت عبد اللہ بن عمر کو فرمایا کہ تم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے یہاں جاؤ اور سوال کرو کہ میں حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا جاؤں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کیا کہا میں نے اس جگہ کو اپنے لئے رکھا تھا لیکن اب میں ترجیح دیتی ہوں حضرت عمر کو اپنے نفس پر۔ پس جب حضرت عبد اللہ ابن عمر واپس آئے، امیر المومنین نے پوچھا کیا خبر ہے؟ عرض کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اجازت دیدی فرمایا کوئی چیز مجھے اس جگہ دفن ہونے سے زیادہ اہم نہ تھی“۔

علامہ عینی شرح بخاری جلد ۴ ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں: ((فِيهِ الْحِرْص على مجاورة الصَّالِحين فِي الْقُبُور طَمَعاً فِي إصَابَة الرَّحْمَة إذا نزلت عَلَيْهِم، وَفِي دُعَاء من يزورهم من أهل الْخَيْر)). ”اس حدیث میں اچھے لوگوں کے جوار میں دفن ہونے پر حرص ہے کہ جب ان پر رحمت نازل ہو تو صاحب قبر کو بھی پہونچے اور جو اہل خیر ان لوگوں کی قبر کی زیارت کریں وہ اس صاحب قبر کے لئے بھی دعا کریں“۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور میں تحریر فرماتے ہیں: "راوی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو اچھے لوگوں کے درمیان دفن کرو۔ اس لئے کہ مردے برے پڑوسی سے اذیت پاتے ہیں"۔

اسی میں ہے: "ابن عسا کر نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی انتقال کرے تو اس کا کفن اچھا دو اور اس کی وصیت کو جاری کرنے میں جلد کرو اور اس کی قبر گہری کھودو اور اسے برے پڑوسی سے بچاؤ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کہ کیا اچھا پڑوسی آخرت میں کچھ نفع پہنچاتا ہے ارشاد ہوا کہ دنیا میں نفع پہونچاتا ہے؟ کہا ہاں! فرمایا اسی طرح آخرت میں بھی فائدہ پہونچاتا ہے"۔

"ابن ابی الدنیا نے عبد اللہ بن نافع مزنی سے روایت کیا کہ ایک آدمی مدینہ طیبہ میں مرا پس وہیں دفن کیا گیا۔ کسی شخص نے اس کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ دوزخی ہے پھر ساتھ آٹھ رات کے بعد دکھایا گیا کہ وہ اہل جنت ہے۔ پس اس شخص نے پوچھا۔ اس نے جوب دیا کہ ایک شخص صالحین سے ہمارے ساتھ دفن کیا گیا، اپنے پڑوسیوں سے چالیس آدمیوں کی شفاعت کی تو میں بھی انہیں چالیس سے ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میت صالح کے جوار کی برکت سے مجھے جنتی بنادیا"۔

آٹھواں طریقہ:

جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا لیٹیں:

جب قبر تیار ہو تو تھوڑی دیر اس قبر میں کوئی بزرگ بیٹھیں یا لیٹیں اور کوئی دعا اور قرآن شریف کی کوئی سورہ یا آیت پڑھیں اس کے بعد اس مردہ کو دفن کریں۔

طبرانی معجم کبیر واوسط میں اور ابن حبان وحاکم بافادہ تصیح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راوی: "جب حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا، حضور اقدس ﷺ ان کے

پاس تشریف لے گئے اور سرہانے بیٹھے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اے مری والدہ کے انتقال کے بعد میری ماں! راوی حدیث حضرت انس نے رسول اللہ ﷺ کا ان کی اچھی تعریف کرنا اور اپنے چادر مبارک میں ان کو کفنانا بیان کر کے پھر کہا کہ حضور نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، حضرت عمر بن الخطاب اور ایک سیاہ غلام کو بلایا کہ یہ لوگ قبر کھودتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت فاطمہ بنت اسد کی قبر کھودی۔ جب لحد تک پہونچے تو حضور اقدس ﷺ نے بہ نفس نفیس اپنے دست مبارک سے قبر کھودی اور قبر کی مٹی نکالی۔ جب اس سے فارغ ہوئے تو حضور اقدس ﷺ قبر میں لیٹے اور یہ دعا پڑھی: اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے، کبھی نہیں مرے گا۔ خداوندا! میری ماں حضرت فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان کی قبر کشادہ کر اپنے نبی اور تمام انبیا کی برکت سے جو میرے قبل ہوئے، تو ارحم الراحمین ہے"۔

وفاء الوفا جلد ۲ ص ۸۹ میں ہے: "جب قبر تیار ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ اس قبر میں اترے اور اس میں قرآن شریف پڑھا"۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ! علی، جعفر، عقیل کی ماں نے انتقال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چلو میری ماں کی تجہیز و تکفین کے لیے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے اور جو لوگ حضور کے ساتھ چلے سب خموش با ادب تھے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ جب ہم لوگ دروازہ پر پہونچے تو حضور اقدس ﷺ نے قمیض مبارک اتار کر عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ غسل دے چکو تو اس کو بدن سے متصل کفن کے نیچے رکھنا پس جنازہ لے چلے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی جنازہ اٹھاتے، کبھی آگے چلتے اور کبھی جنازے کے پیچھے چلتے، یہاں تک کہ ہم لوگ قبر تک پہونچے پس حضور قبر میں لیٹے پھر باہر

تشریف لائے پھر فرمایا خدا آپ کو بہتر جزا دے اے میری ماں اور پرورش کرنے والی! کیا اچھی آپ میری ماں اور پرورش کرنے والی تھیں! پس ہم لوگوں نے عرض کیا، حضور! آپ نے دو باتیں ایسی کیں جو کبھی نہیں کرتے تھے۔ فرمایا کہ وہ کون کون سی باتیں ہیں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا ایک تو قمیص مبارک کا اتار کر کفن کے لیے دینا اور دوسری بات قبر میں لیٹنا۔ ارشاد ہوا کہ قمیص اتار کر اس لیے دی کہ اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ آگ ان کو کبھی نہ چھوئے گی اور قبر میں اس لیے لیٹا کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر وسیع و فراخ کر دے"۔ (وفا الوفا، ص۸۸، جلد ۲)

نواں طریقہ: قبر پر پانی چھڑکنا:

((عَن جَابر قَالَ: رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِي رَشَّ الْمَاءَ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ حَتَّى انْتَهَى إِلَى رِجْلَيْهِ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ. فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّة))۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور جس نے قبر مبارک پر پانی چھڑکا وہ بلال بن رباح ہیں، مشک سے پانی چھڑکا۔ سرہانے کی طرف سے شروع کیا اور پائنتی کی طرف ختم کیا"۔ (مشکوۃ، ص۱۴۹)

ملا علیٰ قاری مرقات شرح مشکوۃ جلد دوم، ص۸۷۲ میں تحریر فرماتے ہیں:

"علامہ طیبی نے فرمایا کہ پانی چھڑکنا رحمت الٰہیہ و عواطف ربانیہ کے نزول کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دعا میں وارد ہے۔ "خداوندا! دھودے اس کے گناہوں کو پانی، برف اور اولے سے اور لوگ دعا کے وقت کہا کرتے ہیں سقی اللہ ثراہ وبرد مضجعہ یا تراوٹ اور نہ مٹنے کی دعا طرف اشارہ ہے۔ علامہ میرک کہتے ہیں کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ قبر پر جب پانی چھڑک دیا جاتا ہے تو اس کی بقا زیادہ ہو جاتی ہے اور انتشار اور مٹنے سے دور ہو جاتی ہے۔ ملا علیٰ قاری فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں یہ

تو ظاہر اور محسوس ہے، اس کی نقل کی ضرورت نہیں اور یہ تو عبادت ہی سے ظاہر ہے اور علامہ طیبی نے جو اشارہ ذکر کیا، وہ غایت لطیف اور بہت ہی خوب ہے۔ اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ کسی مرید نے ایک گھر بنایا اور اپنے شیخ کی دعوت کی شیخ نے پوچھا اس میں روشندان کس لئے رکھا ہے، مرید نے کہا کہ ہوا اور روشنی کے لئے۔ شیخ نے کہا یہ تو ظاہر ہے، یقیناً ہونا ہی ہے لیکن مناسب یہ تھا کہ اصل مقصد اذان کی آواز آنا ہوتا، باقی ہوا اور روشنی بالتبع مراد ہوتی، ونعم من قال ؎

سرمہ کہ برائے نور چشم ست

زیبائش چشم اوطفیل ست

((عَنْ أَبِي رَافِعٍ، قَالَ: «سَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْدًا، وَرَشَّ عَلَى قَبْرِهِ مَاءً»)).(رواه ابن ماجة)۔ "ابن ماجہ حضرت ابورافع سے راوی رسول اللہ ﷺ نے کسی ضرورت یا بیان جواز کے لئے حضرت سعد کو سر ہانے کی طرف سے قبر میں داخل کیا اور ان کے قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا"۔

"علامہ بغوی شرح السنہ میں امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے مرسلا راوی۔ نبی ﷺ نے میت پر دونوں ہاتھوں سے تین لپ مٹی ڈالی اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا اور قبر پر سنگریزے رکھے۔ اس حدیث کو امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا مگر صرف ورش سے" (مشکوہ شریف ص ۱۴۸)

مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۳۷۷ میں ہے: ((قال ابن الملك: ويسن حيث لا مطر رش القبر بماء بارد، وطاهر طهور تفاؤلاً بأن الله يبرد مضجعه)). "ابن مالک نے کہا کہ جب بارش نہ ہو تو قبر پر ٹھنڈا طاہر مطہر پانی چھڑکنا مسنون ہے، اس بات کی تفاول کے لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خوابگاہ ٹھنڈی کرے"۔

علامہ شامی ردالمختار جلد ا ص ۸۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں:((قوله: ولا بأس برش الماء عليه. بل ينبغي أن يندب «لأنه ﷺ فعله بقبر سعد» كما رواه ابن ماجه« وبقبر ولده إبراهيم» كما رواه أبو داود في مراسيله «وأمر به في قبر عثمان بن مظعون» كما رواه البزار))۔ "قبر پر پانی چھڑکنا مندوب ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت سعد کی قبر پر پانی چھڑکا جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قبر پر جیسا کہ مراسیل ابو داؤد میں ہے اور حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا جیسا کہ بزار کی روایت میں ہے"۔

دسواں طریقہ: بعد دفن میت کو تلقین کرنا:

اتحاف السادة المتقين جلد ۱۰ ص ۳۶۸ میں ہے: "سعید بن عبد اللہ اودی کہتے ہیں کہ میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا جس وقت وہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے سعید! میں جب مر جاؤں تو میرے ساتھ وہ کام کرو جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ جب تم سے کوئی آدمی مرے اور تم بعد دفن اس پر مٹی برابر کر و چکو تو ایک آدمی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے اے فلان بن فلان تو وہ سنے گا مگر جواب نہ دے گا پھر دوسری مرتبہ کہے اے فلان بن فلان اس کو سن کر وہ بیٹھ جائے گا پھر تیسری مرتبہ کہے اے فلان بن فلانہ تب وہ کہے گا کہ کہو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، لیکن اس کہنے کو تم نہ سنو گے۔ تب وہ شخص کہے یاد کرو اس عقیدہ کو جس پر تم دنیا سے نکلے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور تو راضی ہے اس بات پر کہ خدا تیرا رب ہے، اسلام تیرا دین اور محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور قرآن شریف تیرا رب پیشوا ہے۔ یہ سن کر منکر نکیر دونوں پیچھے ہٹیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ چلو کیا بیٹھیں اس کے پاس جس کو

حجت تلقین کی گئی اور اللہ تعالیٰ اس شخص اور ان دونوں فرشتوں کے درمیان ہو گا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ اگر میت کی ماں کا نام معلوم نہ ہو، تو ارشاد ہوا فلاں بن حوا کہنا"۔

علامہ مرتضیٰ زبیدی شرح احیاء العلوم جلد ۱۰ ص۳۶۸ میں فرماتے ہیں: "روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر میں اور کتاب الدعا اور ابن مندہ نے کتاب الروح میں اور ابن عساکر اور دیلمی نے اور روایت کیا اس کو ابن مندہ نے دوسرے طریقہ سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں مر جاؤں اور تم لوگ مجھ کو دفن کر چکو تو چاہئے کہ کھڑا ہو ایک آدمی میری قبر کے سرہانے اور کہے: "اے صدی بن عجلان! یاد کرو اس شے کو جس پر تم دنیا میں تھے یعنی شہادت اس بات کی کہ نہیں ہی کوئی معبود بجز اللہ تعالیٰ کے اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں" روایت کیا اس کو ابن عساکر نے دوسرے طریقے سے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے اور مرفوع کیا اس کو "جب مر جائے کوئی مرد تم لوگوں میں سے اور دفن کر چکو اس کو تو چاہئے کہ کھڑا ہو جائے کوئی تم لوگوں میں کائی اس کے سرہانے اور یوں کہے اے فلاں بن فلانہ! بیشک وہ مردہ سنتا ہے پھر کہے اے فلاں بن فلانہ بیشک وہ مردہ سنتا ہے پھر کہے اے فلاں بن فلانہ! پس وہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے پھر کہے اے فلاں بن فلانہ! پس بیشک وہ اسے کہتا ہے کہ رہبری کرو میری رحم کرے گا تم پر اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد اسے کہنا چاہئے کہ" یاد کرو جس چیز پر تم نکلے ہو دنیا سے (یعنی) اس بات کی شہادت کہ نہیں ہے معبود کوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بیشک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یقیناً قیامت آنے والی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اٹھانے والا ہے ان لوگوں کو جو قبر میں ہیں پس بیشک اس وقت منکر اور نکیر پکڑتے ہیں ہر ایک اپنے ساتھی کے ہاتھ کو اور کہتے ہیں اٹھو کیا کرو گے ایسے مرد کے پاس جو

تلقین کیا جارہا ہے اپنی حجت کہ ہو جائے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف سے جھگڑنے والا اس وقت"۔

اسی میں ص ۳۶۹ میں ہے: "سعید بن منصور، راشد بن سعد اور ضمرہ بن حسیب اور حکیم بن عمیر سے راوی۔ ان لوگوں نے کہا کہ جب مردے پر مٹی برابر کردیں اور لوگ اس سے واپس پھریں تو مستحب ہے کہ میت کی قبر کے پاس یہ کہا جاوے اے فلاں کہہ لا الہ الا اللہ۔ تین مرتبہ اس کو کہیں۔ اے فلاں کہہ رب میرا اللہ، دین میرا اسلام، نبی میرے محمد ﷺ ہیں۔"

گیارھواں طریقہ: دعائے تثبیت کرنا:

((عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ». رواه أبو داود، جلد 2 102)). "ابوداؤد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور اقدس ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے، قبر کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا اور سوال کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے قول ثابت پر ثابت و قائم رکھے اس لئے کہ اس وقت وہ سوال کیا جائے گا۔ منکر نکیر اس سے پوچھنے کو آئیں گے"۔

((وعن ابن مسعود قال: كان رسول الله ﷺ يقف على القبر بعد ما يسوى عليه، فيقول: اللهم نزل بك صاحبنا، وخلف الدنيا خلف ظهره، اللهم ثبت عند المسألة منطقه، ولا تبتله في قبره بما لا طاقة له به. رواه سعيد بن منصور)). "سعید بن منصور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ بعد درستی قبر پر ٹھہرتے اور دعا کرتے خداوندا میرا اصحابی تیرے پاس اترا ہے اور دنیا کو اپنے پیٹھ پیچھے چھوڑا۔ خداوندا سوال کے وقت اس کی بولی ثابت و درست رکھ اور قبر میں اسے جانچ میں مبتلا نہ کر جس کی اسے طاقت نہ ہو"۔

"ابن ماجہ و بیہقی سنن میں حضرت ابن مسیّب رضی اللہ عنہ سے راوی کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کے جنازہ میں حاضر ہوا تو جب آپ نے ان کو لحد میں رکھا تو "بسم الله وفي سبيل الله" کہا، جب قبر برابر کرنے لگے تو "اللهم اجرها من الشيطان ومن عذاب القبر" کہا یعنی خداوندا اس کو شیطان اور قبر کے عذاب سے بچا اور جب مٹی برابر کر چکے تو قبر کی طرف کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے اللہ قبر کو دونوں طرف سے پھیلا دے اور اس کی روح کو بلند فرما اور اس سے رضامندی کے ساتھ ملاقات کر۔ پھر کہا کہ اسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا"۔

((وروى ابن أبي شيبة عن قتادة أن أنساً دفن ابناً له فقال:« اللَّهُمَّ جَافِ الْأَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهِ، وَافْتَحْ أَبْوَابَ السماءِ لِرُوحِهِ، وَأَبْدِلْهُ بِدَارِهِ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ»)). "ابن ابی شیبہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادہ کو دفن کیا پس کہا خداوندا زمین کو اس کی دونوں جانب سے کشادہ فرما اور اس کی روح کے لئے آسمان سے دروازے کھول دے اور اس کا گھر بدل دے جو دنیوی گھر سے بہتر ہو"۔

بارھواں طریقہ: بعد دفن قبر پر اذاں دینا:

امام احمد طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے راوی: ((قَالَ: لما دفن سَعْد بْن مُعَاذٍ(زاد في رواية) وسُوِّيَ عَلَيْهِ، سَبَّحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَبَّحَ الناسُ معه طَوِيلًا، ثُمَّ كَبَّرَ وكَبَّرَ الناسُ، ثم قالوا: يَا رَسُولَ اللهِ، لِمَ سَبَّحْتَ ؟زاد في رواية ثُمَّ كَبَّرْتَ ؟ قَالَ: "لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هَذَا الرجلِ الصَّالِحِ قَبْرٌ حَتَّى فَرَّجَ اللهُ تعالى عَنْهُ))۔ "جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر

فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور کر دی اور قبر کشادہ فرمادی"۔

علامہ طیبی شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:((أي: ما زلت أكبر وتكبرون وأسبح وتسبحون حتى فرجه الله)). "حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس تنگی سے انہیں نجات بخشی"۔

اقول اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے میت پر آسانی کے لئے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا۔ غایت یہ کہ اذان میں اس کے ساتھ کلمات طیبات زائد ہیں، سو ان کی زیادت نہ معاذاللہ کچھ مضر، نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زائد مفید و موئد مقصود ہے کہ رحمت الٰہی اتارنے کے لئے ذکر خدا کرنا تھا۔ علاوہ بریں بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں ثابت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ کہتے رہیں کہ اسے سن کر یاد ہو۔

حدیث میں ہے: ((لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. رواه الإمام أحمد ومسلم وأبو داود والترمذي والنسائي وابن ماجة عن أبي سعيد الخدري، وابن ماجة كمسلم عن أبي هريرة، وكالنسائي عن أم المؤمنين عائشة رضي الله عنهم)).

اب جو نزع میں ہے وہ مجاز مراد ہے اور اسے کلمۂ اسلام سکھانے کی حاجت کہ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتہً مردہ ہے اور اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہ

کلمہ لاالہ الااللہ تین جگہ موجود بلکہ اس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں۔ ان کے سوال تین ہیںمَن ربَّك ؟ تیرا رب کون ہے، مَادینُكَ ؟ تیرا دین کیا ہے۔ ما کُنتَ تقول في هذا الرجل ؟تو اس مرد یعنی نبی کریم ﷺ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا۔ اب اذان کی ابتداء میں ((اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلا اللهُ, أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلا اللهُ)). اوراخیر میں((اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلا اللهُ، من ربك؟ سکھائیں گے۔ ان کے سننے سے یاد آئے گا میرا رب اللہ ہے اور ((أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ الله)) سوال ((ما كنت تقول في هذا الرجل ؟))کا جواب تعلیم دیں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا اور ((حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ))، جواب ((مادينك))کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ((الصلوٰة عماد الدين))تو بعد دفن اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی ﷺ نے حدیث صحیح مذکور میں فرمایا۔ نیز علم والا ہر شخص جانتا ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور سوال نکیرین ہوتا ہے۔ شیطان رجیم (اللہ عزوجل صدقہ اپنے محبوب کریم علیہ وأفضل الصلوٰة والتسلیم۔ کا ہر مسلمان مرد وزن کو حیات و ممات میں اس کے شر سے محفوظ رکھے)وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکاتا ہے:((والعياذ بوجه العزيز الكريم, ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم))۔

امام ترمذی محمد بن علی نوادر الاصول میں امام اجل سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:((ويؤيده من الأخبار قول النبي ﷺ عِنْد دفن الْمَيّت اللَّهُمَّ أجره من الشَّيْطَان. فلو لم يكن للشيطان هناك سبيل ما دعا ﷺ بذلك)). "وہ حدیثیں اس کی موید ہیں جن میں وارد کہ حضور اقدس ﷺ میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے: الٰہی اسے شیطان سے بچا۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ

ہوتا تو حضور اقدس ﷺ یہ دعا کیوں کرتے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے"۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: ((إذا أذن المؤذن أدبر الشيطان وله حصاص)). "جب موذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھر کر دور بھاگتا ہے"۔ "صحیح مسلم کی حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے واضح کہ چھتیس میل تک بھاگ جاتا ہے اور خود حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہوجائے گا: ((أخرجه الإمام أبو القاسم سليمان بن أحمد والطبراني في أوسط معاجمه عن أبي هريرة رضي الله عنه)).

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے "ملفوظات عزیزی" میں ہے: عمل مشائخ ست کہ اذان بر قبر بعد دفن می گویند"۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعد دفن قبر پر اذان دینا بزرگوں سے چلا آرہا ہے اور وہ سب حدیثیں اس عمل خیر کی اصل ہیں۔ واللہ الہادی۔

تیرھواں طریقہ:

قبر کے اوپر کھجور کی شاخ یا کوئی لکڑی یا کوئی سبزی وغیرہ رکھنا:

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ گزرے رسول ﷺ مکہ مدینہ کے باغوں سے کسی باغ میں تو دو آدمیوں کی آواز سنی کہ ان پر قبر میں عذاب ہورہا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہورہا ہے اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں ہورہا جس سے بچنا مشکل ہو۔ پھر فرمایا ان میں ایک آدمی تو اپنے پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کرتا تھا پھر کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی اور اس کو دو ٹکڑا کیا اور

ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھا۔ صحابہ نے عرض کی حضور نے ایسا کس لئے کیا؟ فرمایا تاکہ ان دونوں پر عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ دونوں خشک نہ ہوں"۔

علامہ عینی شرح بخاری جلد اور ص ۸۷۴ میں فرماتے ہیں: "تخفیف عذاب کے سبب میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ علامہ خطابی نے کہا کہ تخفیف عذاب بوجہ برکت اثر نبی کریم ﷺ و دعائے تخفیف ہے کہ حضور نے جریدہ کی تری باقی رہنا، تخفیف عذاب کی حد قرار دیا اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ تر لکڑی میں کوئی ایسی خوبی ہے جو خشک میں نہیں۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ علمائے کرام فرماتے ہیں: یہ اس بات پر محمول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تک وہ دونوں لکڑیاں خشک نہ ہوں، ان دونوں کے تخفیف عذاب کی دعا و سفارش فرمائی تو خشک ہونے ان کے، حضور کی شفاعت دربارہ تخفیف عذاب مقبول ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس مدت ان دونوں کے لئے دعا کرتے ہوں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ تخفیف عذاب اس وجہ سے ہو کہ جب تک وہ دونوں تر ہیں، خداوند عالم کی تسبیح کرتے ہیں اور اس سے تخفیف عذاب ہوتی ہے اور خشک شاخ تسبیح نہیں کرتی۔ علما نے ﴿وَإن من شَيْءٍ إلاَّ يسبح بِحَمْدِهِ﴾ کے معنی میں کہا کہ کوئی زندہ چیز نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرتی ہو پھر ہر چیز کی حیات اس کے مطابق ہوتی ہے۔ لکڑی کی حیات اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے کہ کاٹا نہ جائے"۔

فتح الباری شرح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی جلد اول ص ۲۲۳ میں ہے: "اور کہا گیا ہے کہ تخفیف عذاب کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ جب تک تر رہے گی، خدا کی پاکی بیان کرے گی تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہو گی اور اس بنا پر یہ برکت درخت وغیرہ ہر اس چیز کو عام ہو گی جس میں تری ہے۔ اسی طرح ہر اس چیز میں جو متبرک ہے اور جیسے ذکر اور تلاوت قرآن میں بدرجہ اولیٰ

یہ برکت ہوگی اور حضرت بریدہ ابن الحضیب صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی پیروی کی۔ وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخ کھجور کی رکھی جائے۔ اس کا بیان اسی کتاب کے ''باب الجنائز'' میں آئے گا اور حضرت بریدہ زیادہ مستحق اس امر کے ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے باعتبار دوسروں کے''۔

ارشاد الساری شرح بخاری علامہ خطیب قسطلانی جلد ۲ ص ۳۷۱ میں ہے:
''اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ شاخ تر رہے، گی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گی تو تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی اور اس وقت ہر اس چیز کو جس میں تر ہے، یہ حکم عام ہوگا، خوشبو ہو یا سبزی وغیرہ اور خشک چیز تسبیح نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہیں کوئی زندہ چیز مگر وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور زندگی ہر چیز کی اس کے مناسب ہوتی ہے تو لکڑی کی زندگی اس وقت تک ہے کہ خشک نہ ہو اور پتھر کی اس وقت تک ہے کہ اپنے کان سے کاٹا نہ کائے''۔

امام جلال الدین سیوطی ''شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور'' میں فرماتے ہیں: ''علامہ خطابی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں کی قبروں پر جریدہ رکھنا، اس بات پر محمول ہے کہ اشیاء جب تک اپنی اصل خلقت اور سبزی و تری پر رہتی ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی رطوبت خشک ہو یا اس کی سبزی جاتی رہے یا اصل سے وہ چیز قطع کر دی جائے۔ اور خطابی کے سوا دیگر علما نے فرمایا کہ جب بہ سبب تسبیح شاخ خرما ان دونوں مردوں سے عذاب میں تخفیف کی گئی تو مومن کے قرآن شریف پڑھنے کے سبب کس قدر تخفیف ہوگی اور یہ حدیث مسلمانوں کی قبروں کے پاس درخت لگانے کی اصل ہے اور ابن عساکر نے بطریق حماد بن سلمہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ حدیث شریف بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر

پر گزرے اور قبر والے شخص پر عذاب کیا جارہا تھا تو حضور نے کھجور کی ایک شاخ لے کر اس کو اس قبر پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخ تر رہے گی، اللہ تعالیٰ اس مردہ سے عذاب اٹھالے گا اور ابو برزہ وصیت کرتے تھے کہ جب میں مروں تو میری قبر میں کھجور کی شاخ تر رکھنا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اتفاق وقت کہ ان کا انتقال کرمان اور قومس کے درمیان ایک میدان میں ہوا۔ لوگوں نے کہا ان کی وصیت یہ تھی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھیں اور یہ ایسی جگہ ہے جہاں کھجور کی شاخ نصیب نہیں۔ بس ہم لوگ اسی شش و پنج میں تھے کہ سجستان کی طرف سے ایک جماعت آتی ہوئی نظر آئی۔ ان کے ساتھ کھجور کی شاخیں تھیں۔ لوگوں نے ان سے دو شاخیں لے لیں اور ان کی قبر میں رکھا"۔

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ ص ۲۰۰ میں اس حدیث بخاری کے متعلق سوال کے جواب میں تحقیق و تفصیل کے بعد لکھتے ہیں: ((وَبِمَا قَرّرته يعلم أَنه يسن لكل أحد اتبَاعاً لَهُ ﷺ, فَإِن الأَصْل فِي أَفعاله ﷺ التأسي إِلَّا مَا دلّ دَلِيل على الخصوصية وَلَا دَلِيل هُنَا عَلَيْهَا فندب لنا التأسي بِهِ صلى الله عليه وسلم فِي ذَلِك))۔ "اور جو کچھ میں نے تقریر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے لئے مسنون ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے اتباع میں قبر پر شاخ تر خرما کی رکھے۔ اس لئے کہ اصل حضور کے افعال میں اقتدا کرنا ہے۔ ہاں! جب کوئی دلیل خصوصیت کی ہو تو البتہ مخصوص ہوگا اور اس جگہ کوئی دلیل تخصیص نہیں تو اس مسئلہ میں حضور اقدس ﷺ کی اقتدا کرنا مندوب و مستحسن ہوگا"

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ اس حدیث سے علمائے کرام نے تین مسئلے استنباط فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ قبر کے پاس قرآن شریف کی تلاوت مستحب و مندوب ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ جلد اص ۲۸۶ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:((واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر لهذا الحديث, إذ تلاوة القرآن أولى بالتخفيف من تسبيح الجريد، وقد ذكر البخاري أن بريدة بن الحصيب الصحابي أوصى أن يجعل في قبره جريدتان، فكأنه تبرك بفعل مثل فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم))۔"علما نے اس حدیث سے قبر کے پاس قرآن شریف پڑھنا مستحب بتایا ہے۔ اس لئے کہ قرآن شریف کی تلاوت تخفیف عذاب میں تسبیح جریدہ سے ضرور اولیٰ ہے اور بخاری نے ذکر کیا کہ بریدہ بن خصیب صحابی نے وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں کھجور کی رکھی جائیں تو گویا انہوں نے مثل فعل رسول سے برکت لینا چاہا"۔

نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں!

دوسرا مسئلہ جو اس حدیث سے علما نے استنباط فرمایا وہ یہ ہے کہ نباتات جس وقت تک سبز رہتی ہیں خدا کی تسبیح کرتی ہیں اور اس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اس لئے قبرستان سے سبز گھانسوں کا اکھاڑنا، کاٹنا ممنوع و مکروہ ہے۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے: "قبرستان سے تر گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے۔ اگر خشک ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ جب تک گھاس تر رہتی ہے، خدائے تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس کی وجہ سے میت کو خوشگواری کا احساس ہوتا ہے۔ اسی بنا پر فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ بلا وجہ تر گھاس کو نہیں کاٹنا چاہیئے"۔

فتاویٰ بزازیہ کتاب الکراہیہ میں ہے:"قبرستان سے تر گھاس کاٹنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ وہ خدا کی تسبیح کرتی ہے اور اس کی وجہ سے مردہ سے عذاب دفع ہوتا ہے اور مردہ کو انس ہوتا ہے اور اس بنا پر کفارے کے مرگھٹ سے اور خشک گھانس کا کاٹنا مکروہ نہ ہو گا، اس بارے میں صحیح حدیث آئی ہے"۔

فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ قاضی خاں سے منقول ہے: ((ویکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ, فإن کان یابساً لا بأس بہ, کذا في فتاوی قاضي خان))۔ ”تر گھانس کا قبر سے کاٹنا مکروہ ہے۔ اگر خشک ہے تو حرج نہیں“۔

مزارات پر پھول چڑھانا جائز ہے:

تیسرا مسئلہ علمائے کرام نے اس حدیث سے یہ استنباط کیا ہے کہ پھول وغیرہ قبروں پر رکھنا جائز ہے۔

ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت اوپر گذری:((أوأن المعنی فیه أنه یسبح ما دام رطبًا، فیحصل التخفیف ببرکة التسبیح، وحینئذ فیطرد في کل ما فیه رطوبة من الریاحین والبقول وغیرها))۔ ”یا اس کی یہ وجہ ہے کہ شاخ جب تک تر رہے گی، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے گی تو تسبیح کی برکت سے مردہ پر تخفیف ہوگی پس اس وقت ہر اس چیز کو جس میں تری ہے، عام ہوگی، گھانس ہو یا پھول وغیرہ“۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:(وضع الورود والریاحین علی القبور حسن) گلاب کا پھول یا اور خوشبو پھول کا قبر پر رکھنا بہتر ہے“۔

تصحیح المسائل ص ۲۰ میں ہے: ((في کنز العباد وفتاوی الغرائب: وضع الورود والریاحین علی القبور حسن, کأنه ما دام رطباً یسبح ویکون للمیت بتسبیحه أنس))۔ ”کنز العباد اور فتاویٰ غرائب میں ہے کہ گلاب کا پھول اور دوسرے پھولوں کا قبور پر رکھنا حسن ہے۔ اس لئے کہ وہ جب تک تر و تازہ ہے، خدا کی تسبیح کرتا ہے اور اس سے مردے کا جی بہلتا ہے“۔

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر کہتا ہے کہ علمائے کرام کی انہیں تصریحات کی بنا پر مسلمانوں میں رواج ہے کہ بزرگوں کے مزار پر پھول کی چادر چڑھانے یا پھولوں کا ہار ڈالنے یا بے گوندھا پھول قبروں پر رکھتے ہیں۔ واللہ الموفق۔

اس جگہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حدیث شریف میں وضع جریدہ کی ان دونوں کا معذب ہونا ہے تو تخفیف عذاب کے لئے حضور اقدس ﷺ نے ایسا کیا اور اس زمانہ میں گناہگاروں کی قبر پر کوئی ہار پھول نہیں ڈالتا بلکہ برعکس بزرگوں کے مزار پر یہ چڑھاوا ہوتا ہے۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ تخفیف عذاب بوجہ تسبیح جریدہ ہے اور یہی وجہ مذہب مختار ہے۔ اور تسبیح کا اصل فائدہ نزول رحمت وانس میت ہے اور ہر شخص کو ہر حال میں اس کی ضرورت ہے۔ کوئی کسی مرتبہ پر پہونچ جائے مگر رحمت باری سے وہ بے نیاز نہیں ہو سکتا، ہر شخص کو اس سے فائدہ پہونچتا ہے۔ گنہگار معذب کے لئے تخفیف یا دفع عذاب اور مرحوم مغفور کے لئے رفع مراتب و ترقی درجات و مزید اجر و ثواب ہے اور کوئی شخص اس کو مشائخ کے ساتھ مخصوص نہیں جانتا۔

چودھواں طریقہ:

دفن کے بعد سرہانے فاتحہ اور پائنتی میں خاتمہ سورہ بقرہ پڑھنا:

"عبدالرحمٰن بن علاء اپنے والد سے راوی کہ انہوں نے وصیت کیا کہ ان کے دفن کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں یعنی الم سے مفلحون تک اور خاتمہ بقرہ یعنی امن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھا جائے اور کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا کہ اس کی وصیت کرتے تھے"۔

شرح احیاء العلوم ص ۳۷۰ میں ہے: "عبدالرحمٰن بن علا کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے کہا کہ میرے بیٹے جب مجھے قبر میں رکھو تو تم بسم الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله کہہ کر رکھنا پھر آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالنا پھر میرے سرہانے فاتحہ بقرہ خاتمہ بقرہ پڑھنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سنا کہ اس کا حکم فرماتے تھے"۔ (رواہ الطبرانی)

"حضرت عبد اللہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے ہیں: جب تم میں کوئی شخص مرے تو اسے مت روکو اور جلدی اس کو قبر تک لے جاؤ اور اس کے سرہانے فاتحہ بقرہ اور پائنتی خاتمہ سورہ بقرہ پڑھو"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ شریف جلد ۲ ص ۳۸۱ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "فاتحہ البقرہ سے مراد الم سے مفلحون تک اور خاتم سے سورہ مراد آمن الرسول سے آخر تک ہے۔ علامہ طیبی کہتے ہیں کے تخصیص فاتحہ بقرہ کی وجہ یہ ہے کہ مشتمل ہے اللہ کی کتاب کی تعریف پر اور اس کا بیان ہے کہ وہ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے جو ان صفات حمیدہ سے موصوف ہیں یعنی غیب پر ایمان لانا، نماز پڑھا کرنا، زکوۃ دیتے رہنا اور خاتمہ بقرہ کی وجہ یہ کہ وہ مشتمل ہے ایمان باللہ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالکتب، ایمان بالرسول پر اور اپنے عاجزی اور طلب مغفرت و رحمت اور اللہ کی جوار اور اس کی حمایت میں آنے کا ذکر ہے۔ اس لئے فاتحہ و خاتمہ بقرہ سے سب باتوں کی یاد دہانی ہو جائے گی۔

پندرھواں طریقہ:

قبر کے پاس اتنی دیر تک ٹھرنا کہ اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکے:

"امام مسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنے صاحبزاہ حضرت عبد اللہ کو اپنے انتقال کے وقت فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے والی عورت نہ جائے اور نہ آگ ہو۔ جب مجھ کو دفن کر چکو تو آہستہ آہستہ مجھ پر مٹی ڈالو پھر میرے پاس اتنے دیر تک ٹھہرو جتنی دیر میں اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم کر دیا جائے تاکہ تم لوگوں کے رہنے سے انس حاصل کروں اور جانوں کہ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہو"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۳۸۱ میں فرماتے ہیں:
((حتی أستأنس بکم أي: بدعائکم وأذکارکم وقراءتکم، واستغفارکم))۔ ''تم لوگوں سے انس کا مطلب تمہاری دعا، تمہارے اذکار اور تمہاری قرأت، تمہارے استغفار سے انس حاصل کرنا ہے''۔ یعنی چاہئے کہ اتنے دیر تک خاموش بیٹھے نہ رہیں بلکہ دعا کریں اللہ و رسول کا تذکرہ کریں قرآن شریف کی تلاوت کریں، مغفرت کی دعا کریں۔

علامہ نووی ص۷۶ شرح صحیح مسلم میں اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ((منها استحباب المكث عند القبر بعد الدفن لحظة نحو ما ذكر لما ذكر وفيه أن الميت يسمع حينئذ من حول القبر))۔
''اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دفن کے بعد اتنی دیر تک جس کا بیان حدیث شریف میں ہے: موانست میت کے لئے اور تصحیح خیال و دماغ کے لئے قبر پر ٹھہرنا مستحب ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت مردہ گردوپیش کی باتیں سنتا ہے''۔

سولھواں طریقہ: زیارت قبور سے اہل قبر کو انس ہوتا ہے:

زیارت قبور کرنا خصوصاً اپنے اعزہ و اقارب اور جانے پہچانے شخص کی قبر پر جانا کہ اس سے مردہ کو انس حاصل ہوتا ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی شفاء السقام ص۶۵ و امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں تحریر فرماتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ((آنس مَا یکون الْمَیّت فِي قَبرہ إِذا زَارَہُ من کَانَ یُحِبہُ فِي دَار الدُّنیَا))۔ ''قبر میں مردہ کا زیادہ جی بھلنے کا وہ وقت ہوتا ہے جب زیارت کو وہ شخص آئے جسے دنیا میں دوست رکھتا تھا''۔

ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی حضور پر نور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ((ما من رجل یزور

قبر أخيه ويجلس عليه استأنس ورد عليه حتى يقوم)). ”جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی قبر کی زیارت کو جائے اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ مردہ اس سے انس حاصل کرتا ہے۔ اس کا دل اس کے بیٹھنے سے بہلتا ہے اور جب تک وہ شخص اس کے پاس سے اٹھے، اس کا جواب دیتا ہے“۔

ابو الشیخ و دیلمی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں: ((ما من رجل يزور قبر أخيه فيسلم عليه ويقعد عنده لرد عليه السلام وأنس به حتى يقوم من عنده)). ”جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کو جائے اور اسے سلام کرے اور اس کے پاس بیٹھے تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس مردہ کا اس سے جی بہلتا ہے، جب تک کہ وہ شخص اس کے پاس سے اٹھ نہ آئے“۔

”بیہقی ابو الدرداء ہاشم بن محمد سے راوی ہیں:”ہاشم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے ایک اہل علم کو کہتے سنا کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو برابر جایا کرتے تھے۔ جب زمانہ دراز ہوا تو انہوں نے کہا کہ کیا مٹی کی زیارت کو جاؤں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! تم اب زیارت کو کیوں نہیں آتے جس طرح پہلے آیا کرتے تھے؟ میں نے کہا کہ کیا میں مٹی کی زیارت کے لئے آؤں؟ والد صاحب نے فرمایا نہیں بیٹا ایسا نہ کہو۔ خدا کی قسم! تم جس وقت آتے ہوئے دکھائی دیتے تھے، اس وقت میرے پڑوسی تمہاری آنے کی مجھے بشارت و خوشخبری دیتے تھے اور جب تم واپس ہوتے تھے میں تم کو برابر دیکھتا رہتا تھا، یہاں تک کہ تم کوفہ شہر میں داخل ہو جاتے تھے“۔

سترھواں طریقہ: اخیر شب قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعا کرنا:

”مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے راوی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری باری میں تشریف لاتے، اخیر شب مدینہ طیبہ کے قبرستان جنت

البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے تم پر سلام ہو اے گھر مسلمانوں کے اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے کل تمہارے پاس وہ چیز آئے گی اور انشا اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ خداوند البقیع الغرقد والوں کے گناہ کو تو بخشدے"۔

علامہ نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:(فيه فضيلة الدعاء آخر الليل وفضيلة زيارة قبور البقيع). "اس حدیث سے اخیر شب میں دعا کرنے کی خوبی بقیع والوں کی قبور کی زیارت کی فضیلت معلوم ہوتی ہے"۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی، انہوں نے کہا کہ کیا میں خبر نہ دوں اس بات کی جو مجھ میں اور رسول اللہ ﷺ میں ہوئی۔ ہم لوگوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ یعنی ہمیں ضرور خبر دیں۔ کہا کہ جب وہ رات ہوئی جس میں رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف فرماتھے تو آپ مردانہ سے یہاں آئے تو اپنی چادر رکھی اور نعلین اتاری اور ان دونوں کو پائنتی میں رکھا ار اپنی تہبند کا ایک حصہ اپنی بچھاون پر بچھایا اور لیٹ گئے پس نہیں ٹھہرے مگر فقط اتنی دیر کہ حضور نے خیال کیا میں سو رہی۔ پس اپنی چادر آہستہ آہستہ لی اور جوتا پہنا اور آہستہ دروازہ کھولا پھر باہر تشریف لے گئے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا پس میں نے اپنی چادر سر پر رکھی اور اوڑھنی اوڑھی، تہبند باندھا اور حضور کے پیچھے پیچھے ہولی، یہاں تک کہ حضور بقیع تشریف لائے پس دیر تک وہا ٹھہرے پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دعا کے لئے اٹھایا پھر حضور راہ سے الگ ہوئے، تو میں بھی راہ سے الگ ہوئی، حضور تیز چلے تو میں بھی تیز چلی، حضور دوڑے تو میں بھی دوڑی، پس مکان تشریف لائے تو میں بھی مکان آئی، پس ذرا پہلے پہونچی اور مکان میں داخل ہوئی تو فقط اتنی ہی دیر ہوئی کہ میں لیٹی کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میری سانس پھول رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ: کیا حال ہے؟ تمہاری سانس چڑھ رہی ہے اور پیٹ پھولا ہوا ہے۔ حضرت عائشہ نے

کہا کہ میں عرض کیا کچھ نہیں۔ ارشاد ہوا یا تو تم مجھے خبر دو ورنہ خداوند علیم و خبر مجھے دے گا۔ حضرت عائشہ نے کہا پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مرے ماں باپ حضور پر قربان کہہ کر میں نے سارا حال بیان کر دیا۔ حضور نے فرمایا تم میرے آگے آگے آ رہی تھیں؟ میں نے کہا ہاں! پس میرے سینہ میں حضور نے مارا جس سے مجھے تکلیف ہوئی پھر ارشاد ہوا کیا تمہارا گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا (جب تہ کی بات رسول اللہ ﷺ نے بتادی) تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اقرار کیا اور کہا کہ انسان جس چیز کو چھپائے خدا اس کو جانتا ہے۔ ہاں میرا ایسا ہی خیال ہوا تھا کہ حضور اور کسی بی بی کے یہاں تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ جبرائیل آئے جس وقت تم نے مجھے دیکھا تو جبرائیل نے مجھے آواز دی اور اس کو تم سے پوشیدہ کیا تو میں نے جواب دیا اور تم سے چھپایا اور جب تم سونے کے لئے لیٹی ہو، اس وقت اندر نہیں آئے، میرا خیال ہوا کہ تم سو گئی، اس لئے میں نے تمہیں جگانا نا پسند کیا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تنہائی کی وجہ سے تم کو پریشان ہو گی۔ جبرائیل نے کہا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ جنت البقیع تشریف لے جائیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر ہم زیارت کے لئے جائیں تو کیا کہیں؟ ارشاد ہوا کہ تم اس طرح کہو: (السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَانَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ).

علامہ نووی شرح مسلم میں اس کے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں: (فيه دليل لمن جوز للنساء زيارة القبور وفيها خلاف للعلماء). جو لوگ عورتوں کے لئے زیارت جائز جانتے ہیں، یہ حدیث ان کو دلیل ہے اور اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے"۔

اٹھارھواں طریقہ:

جمعہ، جمعرات کے دن والدین اور بزرگوں کے قبر کی زیارت کی تخصیص:

ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں محمد بن واسع سے راوی ہیں کہ وہ جمعہ کے دن زیارت قبور کو جایا کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ اگر دوشنبہ تک ملتوی کرتے تو اچھا ہوتا آپ نے کہا: ((بَلَغَنِي أَنَّ الْمَوْتَى يَعْلَمُونَ بِزُوَّارِهِمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمًا قَبْلَهُ وَيَوْمًا بَعْدَهُ)). "مجھے حدیث پہونچی ہے کہ مردے اپنے زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن قبل اور ایک دن بعد"۔

شرح احیاء العلوم ۳۳۶ میں ہیں ہے: "علمائے کرام فرماتے ہیں یوں جاننا تو ہر روز اور ہر وقت ہوتا ہے لیکن جمعہ کی بزرگی سے ان تین دنوں میں علم وسیع و کثیر ہوتا ہے"۔

طبرانی معجم اوسط و صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن ابی الدنیا کتاب القبور اور بیہقی شعب الایمان میں محمد بن النعمان سے مرسلا روای۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں: ((مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدَهُمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَكُتِبَ بَرًّا)). "جو شخص اپنے ماں باپ یا دو میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت جمعہ کے دن کیا کرے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور خدا کے یہاں وہ نیکوکار لکھا جائے گا"۔

"آل عاصم جحدری سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے عاصم کو ان کے انتقال سے دو برس یا کئی سال بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا؟ کہا کیوں نہیں۔ پوچھا کہ آپ کہاں ہیں؟ کہا بخدا ہم جنت کی کیاریوں سے ایک کیاری میں ہیں۔ میں اور میرے چند احباب ہم سب لوگ ہر شب جمعہ و صبح جمعہ کو ابوبکر بن عبد اللہ مزنی کے پاس جمع ہوتے ہیں تو تمہاری خبریں پاتے ہیں۔ اس خواب دیکھنے والے نے کہاں کہ ہم لوگوں کی زیارت کرنے کو آپ جانتے

ہیں ؟ کہا ہاں ! شب جمعہ اور تمام دن جمعہ اور سنیچر کو طلوع آفتاب تک۔ میں نے کہا اور دونوں سے ان دنوں کی خصوصیت کیا ہے ؟ بولے: جمعہ کی فضلیت اور بزرگی کی وجہ ہے"۔(رواہ ابن أبي الدنیافي کتاب القبور والبیھقي شعب الإیمان)

"ضحاک نے کہا جو شخص شنبہ کے دن قبل طلوع آفتاب کسی قبر کی زیارت کو جائے تو وہ مردہ اس کو جان لیتا ہے۔ کسی نے کہا یہ کیوں کر؟ کہا روز جمعہ کی برکت سے"۔

"عثمان بن سودہ سے روایت ہے اور ان کی ماں عابدہ تھیں جن کو لوگ راہبہ کہا کرتے تھے۔ عثمان نے کہا کہ جب ان کا انتقال ہوا تو میں ہر جمعہ کو ان کی زیارت کے لئے جاتا تھا اور ان کے اور قبرستان والوں کے لئے دعا واستغفار کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔ کہا اے ماں! آپ کس طرح ہیں؟ کہا اے میرے بیٹے! موت کی تکلیف سخت ہے اور خدا کے فضل سے میں پسندیدہ مقام میں ہوں یہاں ریحان کا بچھاون ہے، سندس واستبرق کے گاؤ تکیئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو کسی بات کی خواہش ہے؟ بولیں ہاں! پوچھا کیا؟ کہا کہ تم میری زیارت ودعا کو آیا کرتے ہو، اس کو کبھی نہ چھوڑنا۔ تمہارے جمعہ کے دن آنے سے مجھے انس ہوتا ہے، دل بہلتا ہے۔ جب تم اپنے گھر میری زیارت کو آتے ہو تو مجھے خوشی ہوتی ہے اور میرے گردو پیش جو مردے ہیں، سب مجھ کو اس کی خوشخبری سناتے ہیں"۔(رواہ ابن أبي الدنیا والبیھقي. شرح إحیاء العلوم ص 367 جلد 10).

انیسواں طریقہ: سال بہ سال ہر سرے سال پر زیارت کو جانا:

"ابن ابی شیبہ نے عباد بن ابی صالح سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سرے سال پر شہدائے احد کی قبور کی زیارت کو تشریف لایا کرتے اور سَلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ فرماتے۔ راوی نے کہا حضور کے بعد حضرت ابو صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آیا کرتے تھے۔ جب

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے آئے اور مدینہ طیبہ پہونچے تو ان کے پاس آئے۔ راوی نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب احد کی گھاٹی کے سامنے آتے تو سلام عليكم بما صبرتم فنعم أجر العاملين. فرماتے"۔

((وعن أنس رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي أحداً كل عام فإذا تفوه الشعب سلم على قُبُور الشُّهَدَاءِ فقال سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عقبى الدارر. واه ابن المنذر وابن مردويه))." ابن منذر وابن مردویہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کوہ احد تشریف لایا کرتے۔ جب گھاٹیاں سامنے آتیں تو شہدائے اُحد کی قبروں کو سلام کرتے اور سَلامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عقبى الدار فرمایا کرتے۔

((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُولُ: «سلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ، فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ» وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ "(رواه ابن جرير))."ابن جریر محمد بن ابراہیم سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سرے سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لایا کرتے اور ان کو سلام کرتے اور اسی طرح حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین بھی کرتے"۔

ان احادیث میں اگرچہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ عنہ کا ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لئے جانا ثابت ہے مگر یہ طریقہ چاروں خلفا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ہر سال شہدائے احد کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۵ ص۲۹۵ میں فرماتے ہیں:((وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ رَأْسَ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُولُ: «السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ». وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ هَكَذَا

كَانُوا يَفْعَلُونَ))۔ ”حضور اقدس ﷺ ہر سرے سال پر شہدائے احد کی قبور پر تشریف لاتے اور سلام فرماتے: سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور خلفائے اربعہ بھی اس طرح کیا کرتے تھے“۔

((وَرَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ »))۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ نبی ﷺ ہر سرے سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور سلام فرمایا کرتے“۔(ردالمختار جلد اول ص ۸۴۳)

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ ان حدیثوں میں حضور اقدس ﷺ و خلفائے راشدین کا دستور کہ ہر سال شہدائے احد کی قبور پر تشریف لے جایا کرتے اور ان پر سلام کرتے، مسلمانوں کے اس فعل حسن و مندوب کی دلیل اور اصل اصیل ہے کہ ہر سال بزرگان دین کا عرس کرتے اور لوگ سال بسال بزرگوں کے مزاروں پر حاضر ہوا کرتے، سلام، دعا استغفار و تلاوت قرآن شریف، صدقہ و تقسیم شیرنی و اطعام طعام کا ثواب ان لوگوں کو ایصال کرتے ہیں۔

بیسواں طریقہ:

ستر ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مردے کو بخشنا:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۱۰۲ میں فرماتے ہیں: ”سیدی شیخ اکبر ابن محی الدین عربی نے فرمایا: مجھے حضور اقدس ﷺ سے حدیث پہونچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے اتنے مرتبہ کہا جائے، اس کی مغفرت ہو۔ میں نے لا الہ الا اللہ اتنی بار پڑھا تھا اور اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی۔ اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا۔ ان میں ایک نوجوان کے کشف کا شہرہ تھا۔ کھانا کھاتے وہ رونے

لگا۔ میں نے سبب پوچھا۔ کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً جوان ہنسنے لگا اور کہا کہ اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں: میں نے حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف کی صحت سے پہنچانا اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی"۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی مکتوبات جلد ۲ ص ۲۷ مکتوبات چہارم دہم میں فرماتے ہیں۔ بیاراں و دوستاں فرمایند کہ ہفتا د ہفتا ہزار بار کلمہ لا الہ الا اللہ بر وحانیت اخوی محمد صادق و روحانیت مرحومہ ہمشیرہ اوام کلثوم بخوانند ثواب ہفتاد ہزار بار بروحانیت یکے بخشد و ہفتاد ہزار بار دیگررا بروحانیت دیگرے۔ ازدوستاں دعا فاتحہ مسئول ست (الدرا المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم)"۔

"ساتھیوں اور احباب سے فرمائیں کہ ستر ستر ہزار بار لا الٰہ پڑھ کر خواجہ محمد صادق کے دونوں بھائیوں کو بخشیں اور اپنی بہن ام کلثوم مرحومہ کی روح کے لئے پڑھیں اور ستر ہزار بار کا ثواب ایک کی روح کو بخشیں اور ستر ہزار پھر پڑھ کر دوسرے کی روح کو بخشیں۔ کیونکہ دوستوں ہی سے دعا اور فاتحہ کا سوال ہے"۔

ملفوظات حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں رضی اللہ عنہ ج ا ص ۱۶۷ میں ہے۔ ذکر اموات یعنی مردوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: حدیث صحاح ہے: ((من قال لا إله إلا الله مئة ألف مرة وجعل الثواب للميت غفر الله لذلك للميت وإن كان موجباً للعقوبة)). "جو شخص لا الہ الا اللہ ایک لاکھ بار کہے اور اس کا ثواب مردے کو بخشے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کو بخش دے اگرچہ وہ عقوبت کا مستحق ہو"۔

اسی میں ہے: "فرمایا کہ میت والوں پر واجب ہے کہ ایک لاکھ بار کلمہ پڑھیں اور اس طرف یہ رسم ہے کہ جو کوئی مرتا ہے اس کے واسطے پڑھتے ہیں"۔

اسی میں ص ۱۶۸ پر ہے: "بعد اس کے فرمایا کہ دعا گو نے واسطے برادرم حاجی دین محمد کے ایک لاکھ بار لا الہ الااللہ کہا۔ میرا ایک یار ہے اوچھ سے برابر آتا ہے اور مجھ سے تعلق و بیعت رکھتا ہے اور اور اد شیخ کبیر نگاہ میں رکھتا ہے۔ اس نے دعا گو سے کہا کہ میں نے محمد حاجی کی قبر کو دیکھا کہ اس کو روشن و فراخ کر دیا"۔

اسی کے جلد ۲ ص ۲۶۳ پر ایک عمل حدیث صحاح کا ہے: ((قوله عليه الصلاة والسلام: من قال لا إله إلا الله مئة ألف مرة وجعل الثواب للميت غفر الله لذلك للميت وإن كان موجباً للعقوبة)). "جو کوئی لا الہ الااللہ کو سو ہزار یعنی ایک لاکھ بار کہے اور اس کا ثواب میت کو بخشے تو وہ میت بخشا جائے اگر چہ لائق عقوبت ہی کیوں نہ ہو"۔

فرمایا کہ مدینہ منورہ میں سو تسبیح ہزار، ہزار دانہ کی بنا کر صندوق میں رکھی ہیں۔ سو آدمیوں کو دیتے ہیں وہ لوگ کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور میت کو ثواب بخش دیتے ہیں۔ ذرا دیر میں تمام ہو جاتا ہے۔ دعا گو نے بھی ہزار دانے کی تسبیح جمع کی ہے۔ اس جگہ جو میں بعض زیارتوں میں گیا تو اسی پر عمل کیا۔ مجرب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ بھی معمول ہو جائے گا۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہ حدیث اور علما کی تحریر، مسلمانوں کے اس عمل خیر کی اصل ہے کہ میت کے لئے تیسرے یا چوتھے دن جمع ہو کر قرآن شریف کے علاوہ لا الہ الااللہ ستر ہزار یا ایک لاکھ بار پڑھتے اور میت کو اس کا ثواب بخشتے ہیں تا کہ من قیل لہ کے تحت اس کی مغفرت ہو اور ازانجا کہ ستر ہزار مرتبہ پڑھنے کے لئے بہت سی تسبیحوں کی ضرورت ہو گی جس کا ہر جگہ ملنا سخت دشوار ہے۔ اس لئے آسانی کے خیال سے چنا کا شمار دانہ بناتے ہیں جو بعد کو یا تو پڑھنے والوں میں تقسیم کر دیتے ہیں یا فقرا پر تصدق کر دیتے ہیں کہ ساتھ ساتھ صدقہ کا بھی میت کو ثواب پہونچے۔

اکیسواں طریقہ: قرآن شریف پڑھ کر بخشنا:

"امام ترمذی اور حاکم و بخاری تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے راوی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک حرف قرآن شریف کا پڑھے، اس کو ایک حسنہ ملے گا اور ایک حسنہ کا ثواب دس گنا ہے۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے تو جو شخص فقط الم پڑھے گا اس کو تیس نیکیاں ملیں گی۔ ابو جعفر نحاس کتاب " الوقف والابتداء" اور سنجری کتاب "الابانہ" اور خطیب بغدادی تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم قرآن شریف پڑھا کرو کہ تم کو اس کا اجر دیا جائے گا۔ میں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور اس کا ثواب دس ہے، لام ایک حرف ہے اور اس کا ثواب دس ہے۔ میم ایک حرف ہے اور اس ثواب دس ہے تو یہ تیس ثواب ہوئے"۔ (کنز العمال جلد ا ص ۱۳۰)

سب سے بہتر تو یہ ہے کہ قبر پر جا کر ایک ختم کامل کرے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جب لیث بن سعد کی قبر کی زیارت کو گئے تو ان کی تعریف کی اور ایک ختم قرآن شریف کیا اور فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ یہ کار خیر ہمیشہ جاری رہے اور ان کے فرمانے کے مطابق ہوا: ((كما مر عن شرح الإحياء نقلاً عن القول بالإحسان العميم في انتفاع الميت بالقرآن العظيم للعلامة شمس الدين المعروف بابن القطان)). اور ہندوستان میں بھی بعض بعض شہروں میں مروج ہے مثلاً بریلی شریف میں عرصہ تیس یا بتیس سال سے ہر جمعہ کے دن مزارات خاندان اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فاضل بریلوی قدس سرہُ العزیز پر جا کر طلبائے مدرسہ منظر اسلام و اہل شہر دو ختم قرآن شریف کر کے اس کا ثواب پہونچاتے ہیں اور وہاں سے بہت پہلے تقریباً سو سال سے بدایوں مزارات خاندان جناب

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر محبّ الرسول قدس سرہٗ پر اہل شہر و طلبائے مدرسہ قادریہ جا کر جمعہ کو دو ختم قرآن شریف کیا کرتے اور اس کا ثواب ان بزرگوں کو بخشتے ہیں اور انصار کرام کا دستور العمل بھی حدیثوں سے ثابت ہے:

((أَخْرَجَ الْخَلَّالُ فِي الْجَامِعِ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اخْتَلَفُوا إِلَى قَبْرِهِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ)). ''انصار کے یہاں جب کوئی مرتا تو لوگ اسکی قبر پر جاتے قرآن شریف پڑھتے''۔(مرقات شرح مشکوۃ جلد ۲ ص ۳۸۲)

''شرح لباب میں ہے اور پڑھے جو آسان ہو قرآن سے مثلاً سورہ فاتحہ، اول بقرہ مفلحون تک، آیۃ الکرسی، آمن الرسول، سورہ یٰسین، تبارک الملک، سورۃ تکاثر، سورہ اخلاص ۱۲ یا ۱۱ یا ۷ یا ۳ بار پھر کہے خداوند جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا ان لوگوں کو پہونچا''۔[ردالمحتار، جلد اول، ص ۸۸۴]

اور بعض بعض سورتیں کہ خاص طور پر حدیث شریف میں جن کے پڑھنے کا ثواب مذکورہ ہے۔ ان سورتوں کا پڑھنا حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعمیل ارشاد کے سبب بہت زیادہ باعث اجر ثواب ہے اور وہ بھی بہت ہیں جن میں بعض بعض اس جگہ لکھی جاتی ہیں۔

(الف): ''دار قطنی حضرت علیٰ مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم سے راوی کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں گزرے اور گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو بخشے، اس کو ان مردوں کی بدولت ان مردوں کے برابر ثواب ملے''۔((رواه الدار قطني, عيني شرح الهداية جلد 2 ص 1611 والشامي جلد 2 ص 243)).

(ب): ''بیہقی شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے: جب تم میں سے کوئی مرے تو اس کو مت روکو اور جلد قبر تک اس کو پہونچاؤ اور اس کے سرہانے ابتداء سورہ بقرہ مفلحون تک اور پائنتی میں خاتمہ بقرہ یعنی

آمن الرسول سے آخر تک پڑھا کرو۔ یہ حدیث اگرچہ بیہقی نے مرفوعاً روایت کی مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر پر موقوف ہے"۔[رواہ البیھقی فی شعب الایمان وقال والصحیح انہ موقوف علیہ].

(ج) "ابو القاسم سعد بن علی زنجانی اپنے فوائد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جو شخص قبرستان جائے پھر سورہ فاتحہ، قل ھو اللہ احد، الھٰکم التکاثر پڑھے پھر کہے خداوندا جو کچھ میں نے تیرا کلام پڑھا، اس کا ثواب مقبرہ والے مسلمانوں عورتوں کو نذر کیا تو وہ لوگ خداوند عالم کے یہاں اس کے سفارشی ہوں گے"۔(رواہ أَبُو الْقَاسِمِ: سَعْدُ بْنُ عَلِيٍّ الزَّنْجَانِيُّ فِي فوَائِدِهِ مرقاۃ: جلد 2, ص 382)).

(د): "عبد العزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان جائے اور سورہ یٰس پڑھے، اللہ تعالیٰ ان مردوں سے مواخذہ ہلکا فرمائے اور جس قدر مردے اس قبرستان میں ہیں ان کی تعداد کے مطابق اس شخص کو نیکیاں ملیں گی"۔ (مرقات جلد ۲ ص ۳۸۲) (رواہ عبد العزیز صاحب الخلال بسندہ))۔

بائیسواں طریقہ: میت کیلئے نماز پڑھنا روزہ رکھنا:

میت کے لئے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا یعنی نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر اس کا ثواب میت کو بخشنا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المختار جلد ۲ ص ۲۴۳ میں فرماتے ہیں:((وَرَوَى الدَّار قُطْنِيّ: «أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ: كَانَ لِي أَبَوانِ أَبَرُّهُمَا حَالَ حَيَاتِهِمَا فَكَيْفَ لِي بِبِرِّهِمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا؛ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إنَّ مِنْ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ أَنْ تُصَلِّيَ لَهُمَا مَعَ صَلَاتِك وَأَنْ تَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِك»)). "دار قطنی نے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے

سوال کیا اور کہا کہ میرے ماں باپ ہیں۔ ان کی حیات میں تو ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں تو ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کس طرح نیکی کر سکتا ہوں ؟ ارشاد ہوا کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزہ کے ساتھ ان دونوں کے لئے بھی روزہ رکھو"۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنے رسالہ تذکرۃ الموتیٰ و القبور ص ۳۶ میں تحریر فرماتے ہیں: "وابن ابی شیبہ از حجاج بن دینار روایت کردہ کہ رسول اللہ ﷺ فرموداز جملہ نیکی کردن باپدرومادر آن ست کی نماز گذاری برائے آنہابا نماز خود و روزہ خود داری برائے آنہا باروزہ خود وصدقہ دہی از طرف آنہا باصدقہ خود"۔

"ابن ابی شبیہ حجاج ابن دینار سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے ہی سے ایک نیکی یہ بھی ہے کہ نماز پڑھو ان کے لئے اپنی نماز کے ساتھ اور روزہ رکھو ان کے لئے اپنے روزے کے ساتھ اور صدقہ دو ان کی طرف سے اپنے صدقہ کے ساتھ"۔

"ابن النجار اپنی تاریخ میں مالک بن دینار سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں شب جمعہ کو قبرستان میں گیا تو دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک نور تاباں ہے۔ میں نے کہا لا الہ الا اللہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس قبرستان والوں کی مغفرت فرمادی۔ اتنے میں سنا کہ دور سے ایک ہاتف غیبی کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا ہدیہ ہے جو اپنے بھائی اس قبرستان والوں کے پاس بھیجا۔ میں نے کہا قسم اس ذات کی جس نے تجھ کو گویائی بخشی مجھے خبر دے کہ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک مسلمان شخص اس شب میں کھڑا ہوا اور اچھی طرح وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی اور ان دنوں میں سورہ فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکفرون اور قل ھو اللہ احد پڑھا اور کہا کہ خداوند میں نے اس کا ثواب قبرستان والے مردوں اور عورتوں کو بخشا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر روشنی اور نور،

کشادگی اور سرور مشرق و مغرب میں داخل کیا۔ مالک کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد میں ہر جمعہ کو اسے پڑھنے لگا پس میں نے حضور پر نور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: اے مالک! اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا بقدر تعداد اس نور سے جو تو نے میری امت کی طرف ہدیہ کیا اور تیرے لئے اس کا ثواب ہے پھر مجھ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے "قصر منیف" میں گھر بنوایا۔ میں نے پوچھا کہ قصر منیف کیا؟ فرمایا، جنتیوں پر سایہ کرنے والا، (شرح احیاء العلوم ۲ص ۲۷۳)

تئیسواں طریقہ:

کنواں کھودوا کر مردے کی طرف سے وقف کر دینا:

((عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟، قَالَ:« الْمَاءُ»، قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ. رواه أبو داود والنسائي)). "ابو داؤد اور نسائی حضرت سعد بن عبادہ سے راوی ہیں۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ام سعد کا انتقال ہو گیا تو کونسا صدقہ ان کے لئے بہتر ہو گا ارشاد ہوا پانی بس انہوں نے کنواں کھودا اور کہا یہ ام سعد کے لئے ہے" (مشکوۃ ص۱۶۹)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات جلد ۲ ص ۷۷۴ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: "کون سا صدقہ ام سعد کی روح کے لئے افضل ہے؟ حضور نے فرمایا کہ پانی اور پانی کو اس لئے افضل صدقہ فرمایا کہ اس کا نفع دین اور دنیوی سب کاموں میں عام ہے، خصوصاً ان گرم ملکوں میں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ﴿أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾ میں پانی اتارنے پر احسان رکھا۔ اسی طرح علامہ طیبی نے ذکر کیا"۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہ حدیث اصل اس دستور و رواج کی ہے جو مسلمانوں میں مروج ہے کہ مسجدوں میں نمازیوں کے غسل و وضو کرنے کے لئے گھڑا لوٹا وغیرہ بھیجتے ہیں کہ اگر کنواں نہ کھودوایا تو ہمارا بھرا گھڑا مسجد میں

رہے گا۔ کوئی پیاسا پانی پیئے گا، کوئی وضو غسل کرے گا تو اس کا ثواب بھجنے والے کو یا جس کی طرف سے بھیجا گیا ہے، اس کو ملے گا خصوصاً جن گھڑوں لوٹوں سے میت کو غسل دیتے ہیں، اس کو تو غسل دینے کے بعد میت کے ایصال ثواب کے لئے مسجدوں میں بھیج دینے کا عام دستور ہے۔ البتہ بعض جگہ اس گھڑے اور لوٹے کو جس سے میت کو غسل دیتے ہیں، میت کے ساتھ قبرستان لے جاتے ہیں اور قبر کی مٹی برابر کرنے کے بعد اس گھڑے میں بڑا سوراخ کر کے میت کے سرہانے اور لوٹے میں سوراخ کر کے میت کے پائنتی میں رکھ دیتے ہیں یہ اضاعت مال اور گناہ ہے، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔

چوبیسواں طریقہ: میت کی طرف سے صدقہ کرنا:

"ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری ماں کا انتقال ہوگیا۔ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو ان کو مفید ہوگا؟ ارشاد ہوا کہ ہاں! اس شخص نے کہا کہ میرا ایک باغ ہے۔ میں حضور کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کیا۔ امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور اہلِ علم کا بھی یہی قول ہے"۔

"امام بخاری و مسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میری ماں کا دفعتہً انتقال ہوگیا۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر وہ کلام کرتیں تو ضرور صدقہ کرتیں، تو کیا ان کو ثواب ملے گا؟ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں!"

علامہ نووی شرح مسلم، ص ۳۲۴ میں تحریر فرماتے ہیں: "اس حدیث سے یہ

بات ثابت ہوتی ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ دینا، مردہ کو فائدہ بخش ہے اور اس کا ثواب مردہ کو ملتا ہے، اس کو پہونچتا ہے۔ اس پر علما کا اجماع ہے اور اسی طرح اجماع ہے دعا کے پہونچنے، دین کے ادا ہونے پر ان نصوص سے جو ان سب پر وارد ہوئیں''۔

علامہ عینی شرح بخاری، جلد ۴، ص ۲۴۶ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ((ویستفاد منه أن الصدقة عن المیت تجوز وأنه ینتفع بها)). ''اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور اس سے مردہ کو نفع پہونچتا ہے''۔

اسی میں ایک دوسری جگہ ہے: ''امام احمد بن حنبل نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کیا کہ ان کے باپ عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانا تھا کہ سو اونٹ قربانی کریں گے اور ہشام ابن عاص نے ان کی طرف پچاس اونٹ قربان کیا اور عمرو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا۔ حضور نے فرمایا کہ اگر تمہارا باپ توحید کا اقرار کرتا تو تم روزہ رکھتے اور اس کی طرف سے صدقہ کرتے تو نفع دیتا''۔

اور اسی میں ہے ص ۲۴۶: ''ابن ماکولا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم اپنے مردوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی طرف سے صدقہ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہونچتا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک وہ ضرور ان کو پہونچتا ہے اور وہ لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی ہدیہ بھیجنے سے خوش ہوتا ہے۔''

سبحان اللہ! یہ حدیث بھی عجیب وغریب جامع انواع ثواب ہے۔ اس لیے کہ ایصال ثواب تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ بدنی، مالی، دونوں کا مجموعہ، اس حدیث نے تینوں کو جمع کر دیا ندعو لموتانا عبادت بدنی ہے۔ نتصدق عنہم ثواب

مالی نحج عنہم عبادت مجموعہ مالی وبدنی ثابت ہوا کہ مردے کو ہر قسم کا ثواب پہونچتا ہے، بدنی ہو یا مالی یا دونوں کا مجموعہ۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور، جلد اول، ص ۷۶۳ میں فرماتے ہیں: ”مستحب ست کہ تصدق کردہ شود از میت بعد رفتن اواز عالم تاہفت روز وتصدق از میت نفع می کند اور اے خلاف میان اہل علم ووارد شدہ ست دران احادیث صحیحہ خصوصاً آب وبعضے از علما گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ ودعا در بعض روایات آمدہ ست کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ، پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم“۔

”مستحب ہے کہ میت کی جانب سے صدقہ کیا جائے۔ اس کے دنیا سے گذرنے کے بعد سات روز تک میت کی جانب سے صدقہ کرنا میت کو نفع پہونچاتا ہے۔ اس بارے میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہوئی ہیں خصوصاً بعض علمانے فرمایا ہے کہ نہیں پہونچتا ہے میت کو مگر صدقہ اور دعا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی شب کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی جانب سے لوگ صدقہ کرتے ہیں کہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

اس جگہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ میت کے ایصال ثواب کے لیے جو لوگ کھانا وغیرہ پکوا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں تو یہ میت کی طرف سے صدقہ ہے تو چاہے کہ صرف فقرا کو دیا جائے۔ لیکن متعارف ہے کہ اعزہ اقارب دوست احباب اغنیا وغیرہ سب کھاتے اور سب کو کھلاتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ صدقہ واجبہ نہیں جو فقرا کے ساتھ خاص ہو، اغنیا کے لیے ناروا بلکہ صدقہ نافلہ ہے اور کارِ خیر ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ایک حدیث ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ خود بنفس نفیس رسول اللہ ﷺ بھی طعام میت میں شریک ہوئے تو اگر یہ ناجائز ہوتا یا قابل احتراز ہوتا تو خود حضور اقدس ﷺ ہر گز نہ شریک ہوتے۔

مجمع البحار، جلد دوم، ص۲۳۸ میں ہے: ((الصدقة ما تصدقت به على الفقراء, أي: غالب أنواعها كذلك, فإنها على الغني جائزة عندنا يثاب به بلا خلاف)). "صدقہ اس کو کہتے ہیں جو فقراء کو دیا جائے یعنی غالب انواع اس کا فقراء کے لیے ہوتا ہے، ورنہ غنی کو دینا بھی ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اس پر بلا خلاف اجر و ثواب ملے گا"۔

خود حدیث شریف میں ہے: ((كل معروف صدقة)). ہر معروف کام کرنے میں صدقہ کا ثواب ہے اور ظاہر ہے کہ اغنیا کو کھانا کھلانا منکر نہیں بلکہ معروف ہے۔

فقیر غفرلہ المولی القدیر کہتا ہے کہ اسی وجہ سے مسلمانوں میں مروج ہے کہ میت کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے کھانا پکوا کر فقراء کو کھلاتے یا تقسیم کرتے ہیں اور اس میں کبھی کبھی اغنیا کو بھی شریک کر لیتے ہیں۔

پچیسواں طریقہ: میت کی طرف سے قربانی کرنا:

"امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کے لیے ایک بکرا سینگ والا لایا جائے جس کے دونوں پاؤں سیاہ ہوں، پیٹ سیاہ ہو، آنکھیں سیاہ ہوں یعنی وہ بکرا سر سے پاؤں تک سیاہ ہو، تو ایسا بکرا لایا گیا۔ ارشاد ہوا: اے عائشہ چھری لاؤ اور اس کو پتھر پر تیز کر لو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کیا پھر حضور نے وہ چھری لی اور اس بکرے کو پکڑا اور لٹایا پھر ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ خداوندا اس کو قبول فرما محمد اور امت محمد کی طرف سے پھر قربانی کی"۔

ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد۲، ص۲۶۱ میں لکھتے ہیں: ((قال الطيبي: المراد المشاركة في الثواب مع الأمة؛ لأن الغنم الواحد لا يكفي عن اثنين فصاعداً)). "علامہ طیبی نے فرمایا کہ اس سے مراد امت کو ثواب میں شریک کرنا ہے۔ اس لیے کہ ایک بکری دو آدمی یا زیادہ کی طرف سے کفایت نہیں کرتی"۔

"یہ محدثین حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے لیے وہ بکرے سینگ والے خوبصورت آختہ ذبح فرمائے۔ جب ان کو لٹایا دعا پڑھی "اللّٰھم انی وجھت وجھی الخ" اور فرمایا کہ خداوندا یہ تیرا عطیہ ہے اور تیرے لیے ذبح کیا گیا ہے محمد اور امت محمد کی طرف سے۔ بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور ذبح کیا"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ، جلد ۲، ص ۳۶۵ میں تحریر فرماتے ہیں: "یہ قربانی صادر ہے محمد اور ان کے امتیوں کی طرف سے جو سنت اضحیہ میں آپ کی متابعت سے عاجز ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ فقط انہیں لوگوں کی طرف سے ہو جو حضور کے زمانہ میں تھے یا سب کو عام ہو اور یہی شمول احسان کے اعتبار سے مناسب ہے اور اول احتمال رکھتا ہے زندوں اور مردوں سب کو یا فقط مردوں کو۔ پھر مشارکت یا تو فقط ثواب میں ہے یا حقیقۃً قربانی مراد ہے تو یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہو گا اور ظاہر یہ ہے کہ ایک حضور کی طرف سے ہو اور دوسری قربانی آپ کی امت ضعیف کی جانب سے۔"

((وفي رواية لأحمد وأبي داود والترمذي: ذبح بيده وقال: بسم الله الله أكبر, اللهم هذا عني وعمن لم يضح من أمتي)). "امام احمد و ابوداؤد وترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور نے خود اپنے دست حق پرست سے ذبح کیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا۔ خداوندا یہ قربانی میری طرف سے اور میری ان امتیوں کی طرف سے جنہوں نے قربانی نہ کی۔"

"ابوداؤد اور ترمذی نے حنش بن عبداللہ سبائی سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ دو بکروں کی قربانی کی۔ میں نے کہا، یہ کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کی طرف سے قربانی کیا کروں تو میں ایک جانور ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات، جلد ۲، ص ۳۶۵ میں فرماتے ہیں: "حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو فرمایا کہ ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ حضور کے وصال کے بعد جس طرح آپ اپنی حیات میں دو جانور قربانی کیا کرتے تھے، اسی طرح میں بھی حضور کی طرف سے دو جانور قربانی کرتا ہوں یا دو میں سے ایک حضور کی طرف سے اور ایک اپنی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ ابن ملک نے کہا کہ یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنی جائز ہے"۔

سوال نمبر 4:

فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصال ثواب کا لکھا ہے یا نہیں؟ اگر لکھا تو وہ کیا ہے اور خود حضرت امام اعظم وصاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت اس کی منقول ہے یا نہیں معہ حوالہ کتاب وعدد صفحہ پوری عبارت لکھئے۔

امید ہے کہ ان سوالوں کے مفصل جوابات جلد سے جلد مرحمت ہوں گے۔ اخی الاعظم مولانا عبید اللہ صاحب المجہری مدظلہ، حبی الاکرم مولانا ظفر الدین صاحب، حبی الاکرم مولانا اصغر حسین صاحب، حبی الاکرم مولانا عبد السبحان صاحب، حبی الاکرم مولانا دیانت حسین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خصوصیت کے ساتھ ان سوالوں کی طرف توجہ فرمائیں اور ان کے علاوہ ہر ہر مدرس مدرسہ سے بادب استدعا ہے:(بیِّنوا تُؤجروا وأجركم على من بيده أزمة التوفيق, وهو نعم المولى ونعم الرفيق).(المستدعي تمنا العمادي المجيبي الفلواروي بهلواري شريف, ضلع بتنة). ۲۰/اگست ۱۹۳۵ء۔

جواب سوال چہارم:

امام اعظم کا فرزند ارجمند اور امام ابو یوسف کو ایصال ثواب کی وصیت:

ایصال ثواب کا طریقہ خود امام الائمہ، سراج الامہ نے اپنی صاحبزادے کو بتایا، اپنے شاگرد رشید کو بتایا۔ وہ ایسی بہترین ترکیب ہے کہ اسی پر اگر سب حنفی

حضرات عمل کیا کریں تو کافی ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادے کو بیس باتوں کی وصیت فرمائی تھی جن میں ہر ایک آبِ زر سے لکھنے کے قابل اور ہر حنفی کے عمل کے لائق ہے۔ اس وصیت نامہ کو شیخ احمد ضیاء الدین مصطفیٰ کمشخانوی نقشبندی مجددی خالدی نے اپنی کتاب:(جامع الأصول في الأولياء وأنواعهم). میں درج فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۵۳۔ یہ کتاب مطبع دارا الکتب العربیۃ الکبریٰ مصری میں ۱۳۳۱ھ میں چھپی ہے۔ یہ وہ وصایا جن کے بارے میں امام صاحب تحریر فرماتے ہیں:

((یا بني أرشدك الله وأيّدك، أوصيك بوصايا إن حفظتَها وحافظتَ عليها رجوتُ لك السعادة في دينك إن شاء الله تعالى)). "اے میرے بیٹے! خدا تجھ کو راہ دکھائے اور تیرے لئے دینی سعادت کی امید کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ"۔

اسی وصیت نامہ میں ہے:((والثالث عشر أن تواظب على قراءة القرآن كل يوم وتهدي ثوابها إلى الرسول ﷺ ووالديك واستاذك وسائر المسلمين)). "تیرہویں بات یہ ہے کہ ہر روز قرآن شریف کی تلاوت پر مواظبت (پابندی) کرو اور اس کا ثواب رسول اللہ ﷺ اور اپنے والدین اور اپنے استاذ اور تمام مسلمانوں کو ہدیہ کرو۔"

اور جو وصیت نامہ اپنے شاگرد رشید امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا، اسے علامہ زین ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر کے اخیر میں درج کیا ہے۔ یہ وصیت نامہ بہت طویل ہے:((وَاذْكُرِ الْمَوْتَ وَاسْتَغْفِرْ لِلْأُسْتَاذِ وَمَنْ أَخَذْتَ عَنْهُمُ الْعِلْمَ وَدَاوِمْ عَلَى التِّلَاوَةِ وَأَكْثِرْ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ وَالْمَشَايِخِ وَالْمَوَاضِعِ الْمُبَارَكَةِ. الأشباه والنظائر ص 654)). "ہمیشہ موت کو یاد کیا کرو اور اپنے استاذ اور جس سے تم نے علم حاصل کیا ہے ان کی مغفرت کی دعا کرو اور قرآن شریف کی تلاوت کیا کرو اور بکثرت قبروں کی زیارت کیا کرو اور مشائخ کی زیارت کرو اور مقدس و متبرک مقامات کی زیارت کو بھی جایا کرو۔"

فقہ کی کتابیں تو ایصال ثواب کے طریقوں سے بھری ہیں، جن میں سے بعض بعض عبارتیں اوپر گزریں اور تطویل کے خوف سے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ دیکھی اور جب خود امام اعظم رضی اللہ عنہ کی نہ فقط تصریح بلکہ اپنے صاحبزادے کو تاکیدی حکم، شاگرد کو ہدایت موجود تو اگر بالفرض فقہ کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر نہ ہو، جب بھی مضائقہ نہیں کہ:((لا عطر بعد عروس)).

خداوند عالم کا ہزار شکر ہے کہ مسئلہ ایصال ثواب کے متعلق چاروں سوالوں کے جواب سے فراغت ہوئی اور آیات قرآنیہ کے ارشادات، نصوص نبویہ کے افادات، علمائے کرام کی تصریحات نے اس مسئلہ کو اچھی طرح واضح کر دیا کہ میت کے لئے ایصال ثواب کے طریقے خود قرآن شریف سے ثابت، احادیث سے ثابت، علمائے کرام کی عبارات سے ثابت، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل مبارک سے ثابت، خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت، دیگر صحابہ کرام کے معمول سے ثابت، علمائے عظام کے دستور تعامل سے ثابت۔ عام مسلمانوں کے مراسم ورواج سے ثابت، تمام اہل سنت کا اس پر اجماع واتفاق ہے۔

قصد تھا کہ ان چاروں سوالوں کے مختصر جوابات لکھ کر روانہ کر دیئے جائیں مگر جواب نے ایک رسالہ کی شکل اختیار کی تو مناسب معلوم ہوا کہ اس کا تاریخی نام:(نصرة الأصحاب بأقسام إيصال الثواب).(۱۳۵۴ھ) رکھا جائے۔ خداوندا! اس رسالہ کو میرے دیگر رسائل وتصنیفات کی طرح قبول فرما اور مجھ کو اور میرے سب دینی بھائیوں کو اس سے فائدہ پہونچا:((وما ذلك على الله بعزيز، وهو حسبي ونعم الوكيل، وصلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وآله وصحبه وابنه وحزبه أجمعين، وآخر دعوانا إن الحمد لله رب العالمين.

قاله بفمه ورقمه بقلمه الفقير ظفر الدين القادري الرضوي، غفر له وحقق أمله لثمانٍ خلون من جمادي الأخرى 1354 الهجري)).

من ربك؟
ما دينك؟
من نبيك؟
سُورۃ یٰسٓ
سُورۃ البقرۃ
نفلی عبادت